

باب 5

بین الاقوامی تجارت International Trade

بین الاقوامی تجارت کی بنیاد (Basis of international Trade):

دولتوں کے درمیان تجارت اس وجہ سے شروع ہوتی ہے کہ ان میں ایک دوسرے سے مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ دنیا کے تمام خطوں (Regions) کی زمین یکساں قسم کی نہیں ہے اور نہ تمام علاقوں کی آب و ہوا ایک جیسی ہے۔ اس لیے کوئی پٹ سن اگانے کے لیے موزوں ہے (جیسے بنگلہ دیش) اور کوئی کپاس اگانے کے لیے (جیسے پاکستان) کہیں چائے زیادہ ہوتی ہے جیسے کینیا اور سری لنکا اور کہیں چاول جیسے انڈونیشیا اور تھائی لینڈ۔ بعض علاقوں میں پٹرول زیادہ ہوتا ہے جیسے عراق اور سعودی عرب اور بعض میں سونا جیسے جنوبی افریقہ۔ بعض ممالک کاریں تیار کرنے میں مشہور ہیں (جیسے جاپان) اور بعض زمینوں کا تیل جیسے چین اٹلی اور تونس۔۔۔ غرض جس خطے میں جو چیز بکثرت پائی جاتی ہے وہ اس جگہ سستی ہوتی ہے اس لیے وہاں سے دوسرے علاقوں کو برآمد (Export) کی جاتی ہے اور جہاں جس چیز کی قلت ہوتی ہے وہ دوسرے ملکوں سے درآمد (Import) کر لی جاتی ہے۔ گو یا ہر ملک کے باشندے صرف وہی چیز بنانے کی طرف توجہ دیتے ہیں جسے وہ آسانی سے بنا سکیں یا دوسرے ملکوں کی نسبت کم لاگت پر تیار کر سکیں اس طرح تمام ممالک خاص خاص چیزوں کی پیداوار میں تخصص (Specialization) یعنی مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور وہ چیز ایک دوسرے کو پہنچ کر اپنی ضرورت کی ایسی اشیاء منگوا لیتے ہیں جو وہ خود کم لاگت پر نہیں بنا سکتے۔ لہذا بین الاقوامی تجارت کی بنیاد یہی ہے یعنی بین الاقوامی تقسیم کار (Division of Labour) یا تقسیم کا۔ غرض مختلف ملکوں کو قدرت نے مختلف ذرائع پیداوار عطا کئے ہیں۔ اس لیے ہر ملک وہی شے پیدا کرتا جس کو تیار کرنے کے لیے اسے خاص وسائل دیئے گئے ہیں۔

ملکی (اندرونی) تجارت اور بین الاقوامی تجارت میں فرق (Difference):

ملکی یا اندرونی تجارت (Domestic or Internal Trade) سے مراد ہے ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں کی باہمی علاقائی تجارت جیسے پاکستان کے مختلف صوبوں اور شہروں میں پیدا ہونے والی اشیاء کی ملک کے اندر خرید و فروخت جب کہ بین الاقوامی تجارت کا مطلب ہے مختلف ملکوں کی آپس میں تجارت۔ جیسے پاکستان سے چاول کپاس اور کپڑے دوسرے ملکوں کو برآمد کیا جاتا ہے اور پٹرول اور مشینیں ہم باہر کے ملکوں سے درآمد کرتے ہیں اگرچہ ملکی اور بین الاقوامی دونوں قسم کی تجارت کی بنیاد وغیر افیائی یا علاقائی "تقسیم کار" پر ہے لیکن پھر بھی ان میں بہت سی باتوں کا فرق ہے جو ذیل میں درج ہیں:

1۔ محنت اور سرمایہ کی نقل پذیری (Mobility of Labour & Capital):

ایک ہی ملک کے اندر عاملین پیداوار مثلاً مزدور اور سرمایہ ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں آسانی کے ساتھ منتقل ہوتے ہیں لہذا ان علاقوں میں انہیں کم معاوضہ ملے وہاں سے کل کر ایسے علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں جہاں معاوضہ کی شرح زیادہ ہو۔ اس کے برعکس مختلف ممالک کے درمیان محنت اور سرمائے کی نقل پذیری کم ہوتی ہے کیونکہ مزدور کو غیر ممالک میں خواہ زیادہ اجرتیں ملیں وہ اپنا آبائی وطن

چھوڑ کر جانے پر عموماً راضی نہیں ہوتے۔ کیونکہ دوسرے ملکوں میں زبان مختلف ہوتی ہے مذہب اور رسم و راج بھی جدا ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف ملکوں نے باہر کے باشندوں کے داخلے پر پابندی لگائی ہوتی ہیں اور پاسپورٹ کے بغیر کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ایک ملک کے لوگ اپنا سرمایہ بھی دوسرے ممالک میں بھیجنے کے لیے تیار نہیں ہوتے بلکہ اسے اپنے ہی ملک کے لوگ اپنا سرمایہ بھی دوسرے ممالک میں بھیجنے کے لیے تیار نہیں ہوتے بلکہ اسے اپنے ہی ملک کے اندر کاروبار میں لگانے کو ترجیح دیتے ہیں اور اسے محفوظ سمجھتے ہیں۔

2۔ کرنسی (Currency) کا فرق:

ایک ملک میں ایک ہی کرنسی ہوتی ہے اس لیے وہاں کے باشندے آپس میں لین دین کرتے وقت اسی سکہ میں ادائیگی اور وصولی کرتے ہیں۔ لیکن مختلف ملکوں کی کرنسیاں مختلف ہوتی ہیں کسی کی ڈالر کسی کی پونڈ کسی کی ریال اور کسی کی روپیہ۔ اس لیے ادائیگیاں اور وصولیاں ایک ہی کرنسی میں نہیں ہو سکتیں بلکہ انہیں ایک دوسرے میں بدلنا پڑتا ہے اور "مبادلات خارجہ" (Foreign Exchange) کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کرنسیوں کی باہمی "شرح مبادلہ" (Exchange Rate) کا مسئلہ حل کرنا پڑتا ہے "ایکس چینج کنٹرول" کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

3۔ تجارتی پابندیاں (Trade Restrictions):

ایک ملک کے اندر ایک حصے سے دوسرے حصے یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت لے جانے پر کوئی خاص پابندی نہیں ہوتی اس لیے تقریباً تمام چیزیں کثرت والے علاقوں سے قلت والے علاقوں کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہیں اور قیمت یکساں ہو جاتی ہے۔ لیکن مختلف ملکوں کے درمیان اشیاء کی درآمد و برآمد پر کئی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ اگر کسی ملک میں ایک چیز کی قلت ہو تو جب تک حکومت اس کے آنے کی اجازت نہ دے وہ چیز کسی دوسرے ملک سے وہاں نہیں پہنچ سکتی۔ اکثر اوقات حکومتیں درآمدات پر بھاری کسٹم عائد کرتی ہیں۔ ان پابندیوں کی بناء پر ایک چیز کی قیمت تمام ملکوں میں یکساں نہیں ہو سکتی ہے۔

4۔ انسانی صلاحیتوں (Human Capabilities) میں اختلاف:

مختلف ملکوں کے لوگوں کی صلاحیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ کسی ملک کے لوگ جسمانی طور پر طاقتور، جفاکش اور محنتی ہوتے ہیں جب کہ دوسرے ملک کے لوگ ذہنی طور پر لائق اور ذہین ہوتے ہیں۔ اس لیے دونوں ملکوں کے لوگوں کی کام کرنے کی استعداد میں فرق کے باعث ان کے ہاں پیدا ہونے والی اشیاء کی مقدار اور نوعیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔

5۔ معاشی خود کفالت کا جذبہ (Spirit of self Sufficiency):

دور حاضر میں ترقی پزیر ممالک میں معاشی لحاظ سے "خود کفیل" ہونے اور "خود انحصاری" (Self-Sufficiency) حاصل کرنے کا جذبہ فروغ پا گیا ہے۔ اور صرف وہی اشیاء درآمد کی جاتی ہیں جو ناگزیر ہوں مثلاً مشینیں اشیائے سرمایہ دفاعی سامان وغیرہ۔

6۔ عاملین پیداوار میں اختلاف (Difference in factors of Production):

مختلف ممالک میں مختلف قسم کے عاملین پیداوار ہوتے ہیں کسی میں زرعی زمین زائد مقدار میں موجود ہے اور کسی میں معدنیات مثلاً لوہا، تانبا، کوئلہ، گیس، تیل وغیرہ۔ اس لیے ہر ملک میں ایک دوسرے سے کم و بیش مختلف اشیاء پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس وجہ سے بھی ملک کی اندرونی اور بیرونی تجارت میں فرق رونما ہو جاتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے فائدے (Advantages):

بین الاقوامی تجارت سے درج ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں:

1- غیر ملکی اشیاء کا حصول (Availability of Foreign Goods):

ایک ملک دوسرے ملک سے ایسا چیزیں منگوا سکتا ہے جنہیں وہ خود نہیں بنا سکتا یا جن کے بنانے کے لئے اس کے پاس ضروری ذرائع نہیں ہوں مثلاً دنیا کے کسی ملک کو سوئی دھاک (کائن یارن) خود نہیں بناتے یا بنائیں سکتے ہیں وہ پاکستان سے درآمد کرتے ہیں۔ پاکستان ہونی جہاز خود نہیں بنا سکتا لہذا یہ دوسرے ملکوں سے درآمد کر لیتا ہے۔

2- وقت آمیز پیداواروں کا حصول (Availability of difficult goods):

بین الاقوامی تجارت کی بدولت ایک ملک دوسری چیزیں حاصل کر سکتا ہے جنہیں بنانا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً پاکستان بعض چیزیں مشینیں اور ٹیکسٹائل آسانی کے ساتھ نہیں بنا سکتا۔ اس لئے یہ دوسرے ممالک سے درآمد کئے جاتے ہیں۔

3- تخصیص اور تقسیم کار کے فائدے (Advantages of Specialization):

بین الاقوامی تجارت کی بدولت ہر ملک اپنے "ذرائع پیداوار" (Productive Resources) کو ان اشیاء کے بنانے میں لگا دیتا ہے جنہیں وہ کم لاگت پر بنا سکتا ہے۔ اس طرح عمل تخصیص (Division of Labour Specialization) سے ہر ملک فائدہ اٹھاتا ہے۔ مثلاً ہم اپنے سرمائے کو زیادہ تر کپڑے کی صنعت میں لگا رہے ہیں کیونکہ یہاں کپاس زیادہ ہوتی ہے اور سوئی کپڑا برآمد کر کے یورپ سے مشینیں منگوا لیتے ہیں کیونکہ وہاں مشینوں کی قیمت کم ہے۔

4- قلت (Shortage) کے زمانہ میں اشیاء کی دستیابی:

بین الاقوامی تجارت کے باعث ہر ملک اس قابل ہو جاتا ہے کہ بیگنی یا برے حالات مثلاً قحط اور آفات کے دنوں میں باہر سے ضروریات زندگی حاصل کر سکے جیسے پاکستان خشک سالوں اور غذائی قلت کے دور میں امریکہ سے گندم منگوا لیتا ہے اور بھارت سے آلو لہذا بیاز چھٹی وغیرہ۔

5- قیمتوں میں استحکام (Stability in Pakistan):

بین الاقوامی تجارت سے رسد اور طلب میں وسعت پیدا ہوتی ہے خرید و فروخت کا دائرہ پھیل جاتا ہے اور قیمتوں کا اتار چڑھاؤ کم ہو جاتا ہے مثلاً اگر ہم کپاس برآمد نہ کریں تو یہاں اس کی قیمت بہت گر جائیگی اور کسانوں کو نقصان ہوگا جب کہ دوسرے ملکوں میں کپاس کی قیمتیں آسمان سے پھینک کر رہی ہوں گی۔ لہذا برآمد ہونے کی وجہ سے ایک طرف تو پاکستانی کسانوں کو اپنی پیداوار کی معقول قیمت مل جاتی ہے اور دوسری طرف پاکستان اور درآمد کرنے والے ملکوں میں کپاس کی قیمتوں میں بہت زیادہ فرق باقی نہیں رہتا۔

6- علم و طاقت کا فروغ:

بین الاقوامی تجارت کی بدولت مختلف ممالک کا آپس میں گہرا ربط و تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور تجارتی فوائد حاصل کرنے کے علاوہ فائدہ مند شعبہ ترقی کے لئے بھی خیالات و نظریات کا تبادلہ کرتے ہیں مثلاً ہم امریکہ انگلستان جاپان اور چین (China) کے علوم و فنون سے استفادہ کرتے ہیں اور ترقیاتی انداز نگاہ سے متاثر ہوتے ہیں۔

7- زائد پیداوار کا نکال (Disposal of Surplus Output):

بین الاقوامی تجارت کی بدولت ایک ملک اپنی زائد پیداوار (جو اس کی ضرورت سے بچ رہتی ہو) دوسرے ملکوں کے پاس فروخت کر کے دولت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر بیرونی منڈیوں میں مال تجارت لے جانے کا رواج نہ ہو تو ہر ملک کی زائد پیداوار ضائع ہو جائے۔

8- قانون بحیر حاصل کے فائدے (Benefits of Increasing return to scale):

بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے منڈیاں وسیع ہو جاتی ہیں اشیاء بڑے پیمانے پر پیدا کی جاتی ہیں اور اس طرح قانون بحیر پیداوار کے

فائدے اور آمدنی دہیرونی کفایتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

9- عالمی امن کا فروغ (World Peace):

بین الاقوامی تجارت عالمی برقرار رکھنے کا باعث بھی بن سکتی ہے کیونکہ مختلف اقوام کو باہمی تجارت سے بے شمار اقتصادی فائدے حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ اس چیز کو سمجھنے لگتی ہیں کہ اگر جنگ شروع ہوگئی تو یہ تمام فائدے جاتے رہیں گے۔ چنانچہ وہ یہ کوشش کرتی ہیں کہ جنگ کا شعلہ پکڑنے نہ پائے۔

10- تیز رفتار معاشی ترقی: (Increase in Economic Development)

بین الاقوامی تجارت کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے باعث ملک کی معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے کیونکہ تجارت خارجہ کے باعث ترقی پذیر ملکوں کی آمدنی بڑھ جاتی ہے اور ان کی بیچتوں اور سرمایہ کاری کی شرح میں اضافہ ہو جانے سے ترقیاتی منصوبے مکمل ہو جاتے ہیں۔

11- پیداواری ذرائع کا بہترین استعمال (Optimum Utilization):

بین الاقوامی تجارت کے فوائد کے سلسلے میں پروفیسر جے۔ ایس مل (Mill) لکھتے ہیں کہ:

"اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے پیداواری ذرائع اور قوتوں کو بہتر اور موثر طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے جس کے باعث مجموعی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔"

12- دستیاب اشیاء میں اضافہ: (Availability of more goods)

بین الاقوامی تجارت کی بدولت ہر ملک کو پہلے سے زیادہ مقدار میں اشیاء دستیاب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ باہمی تجارت سے دونوں دفعہ حاصل ہوتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے نقصانات (Disadvantages):

بین الاقوامی تجارت کے کچھ نقصانات بھی ہیں:

1- پیداوار اور روزگار کے محدودیت: (Limitations of production and employment)

بین الاقوامی تجارت کے باعث ہر ملک اپنی ضروریات کی تمام اشیاء پیدا کرنے کی بجائے صرف چند اشیاء کی پیداوار پر ہی توجہ مخصوص کر لیتا ہے۔ اور باقی باہر سے درآمد کر لیتا ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے وہ مخصوص صنعت ناکام ہو جائے تو ملک میں بے روزگاری پھیل جاتی ہے۔ مثلاً اگر غیر ملکی نے کپاس کا کوئی سستا بدل (Substitute) تلاش کر لیا اور کپاس 'کاشن یارن' 'کاشن کلا تھ' اور ریڈی میڈ گاؤٹس (تیار پارچے جات) کی برآمد کم ہوگئی تو اس صورت میں پاکستان کی قومی آمدنی 'زرمبادلہ کی آمدنی اور روزگار پر بُرا اثر پڑے گا۔

2- کم ترقی یافتہ ممالک کی صنعتی ترقی میں رکاوٹ: (Hindrance in the development of LDCs)

بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے کم ترقی یافتہ (Less-developed) ممالک نقصان اٹھاتے ہیں کیونکہ ان کی صنعتیں ترقی یافتہ ملکوں سے درآمد ہونے والی اشیاء کا معیار اور قیمت کے لحاظ سے مقابلہ نہیں کر سکتیں اس لئے انہیں پنپنے (Flourish) کا موقع نہیں ملتا۔ اور روزگار کے مواقع بھی کم ہو جاتے ہیں۔

3- بیرونی منڈیوں پر غلبہ کی خواہش (Dominance of Foreign Markets):

بیرونی منڈیوں پر قابو پانے کے لئے بعض ملکوں میں رقابت کی آگ بجڑک اٹھی ہے اور جنگ تک فوریہ پہنچ جاتی ہے۔ جیسے برصغیر پاک و ہند کو "سونے کی چڑیا" سمجھ کر اس پر قبضہ کرنے کی خاطر انگریزوں فرانسیسوں اور پرتگالیوں میں جنگ ہوئی رہی۔ اب ایک سو صدی میں جن ممالک میں تیل، گیس اور دیگر معدنیات کے ذخائر موجود ہیں ان پر قبضہ جمانے کے لئے امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی ان کے

خلاف جنگ کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ جیسے ستمبر 2003ء میں امریکہ کا عراق پر حملہ۔

4- غیر متوازن ترقی (Unbalanced Growth): چونکہ بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے ایک ملک کسی خاص چیز کی پیداوار میں خصوصیات (Specialization) حاصل کر لیتا ہے اس لئے وہ دوسری صنعتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک میں بعض مفید صنعتیں ترقی نہیں کر پاتیں۔ پاکستان میں کپڑے کی صنعت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور بھاری انجینئرنگ اور لوہے و فولاد کی صنعت نظر انداز کی جاتی رہی ہے حالانکہ اس کا قیام معاشی ترقی کے لئے بہت ضروری ہے۔

5- بین الاقوامی معاشی حالات کی اثر پذیری: (Influence of international economic situation) معاشی لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے مختلف ملکوں کے درمیان گہرا ربط قائم ہو جاتا ہے۔ معاشی لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی ملک میں اقتصادی گڑبگڑ پیدا ہو جائے مثلاً سرد بازاری (Slump) یا ضرورت سے زیادہ پیداوار (Over-Production) اور معاشی بحران (Economics Crisis) وغیرہ تو اس کا باقی تمام ملکوں کی اقتصادی زندگی پر پڑتا ہے۔ 1929ء کی عالمی سرد بازاری اس کی واضح مثال ہے۔ اس کا آغاز امریکہ سے ہوا لیکن اس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اسی طرح دوسری جنگ عظیم (1939ء تا 1945ء) کے تحت عالمی تجارت متاثر ہوئی۔ 1974ء میں تیل کی قیمت میں اضافہ اور اکتوبر 2008ء میں امریکہ کے معاشی بحران کے باعث تمام ملکوں کی معیشتیں متاثر ہوئیں۔

6- خام مال کی قلت: جو ملک اپنے خام مال دوسرے ممالک کو برآمد کرتا ہے وہاں کے صنعت کار بڑے گھائے میں رہتے ہیں کیونکہ غیر ملکی لوگ زیادہ قیمت دے کر خام مال خرید لیتے ہیں اور ملکی صنعت کاروں کے لئے خام مال نہیں بچتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں صنعت ترقی نہیں کر سکتی۔

7- آزادی و سالمیت کا خطرہ: (Danger to Sovereignty) غیر ملکی تجارت بعض اوقات سیاسی آزادی کو سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ بہت سی کمزور اقوام اس کی وجہ سے غلام بن گئیں۔ آپ جانتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں انگریز پہلے پہل تجارت کرنے آئے تھے لیکن بعد میں اس پر قابض ہو گئے۔ مذکورہ بالا بحث سے پتہ چلتا ہے کہ بین الاقوامی تجارت کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ لیکن ان نقصانات کے باوجود اب کسی قوم کے لئے بین الاقوامی تجارت سے الگ رہنا محال ہے۔ کوئی قوم خود کو کمبل بن کر نہیں رہ سکتی اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ حتی الامکان بین الاقوامی تجارت کے نقصانات کو ختم کیا جائے اور اس کے فوائد حاصل ہو جائیں۔

بین الاقوامی تجارت کا کلاسیکی نظریہ

CLASSICAL THEORY

بین الاقوامی تجارت کی بنیادی وضاحت سب سے پہلے کلاسیکی ماہر معاشیات ڈیوڈ نے کی اور اس سلسلے میں تقابلی مصارف (Comparative Costs) کا نظریہ پیش کیا۔ اس نے بتایا کہ چونکہ ایک ملک کے اندر مزدور ایک پیشہ سے دوسرے پیشہ اور ایک صنعت سے دوسرے صنعت میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اس لئے تمام صنعتوں میں اجرت کی شرح یکساں ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ عام طور پر ایک ملک کے مزدور دوسرے ملک میں منتقل (Migrate) نہیں ہوتے (یعنی مزدوروں میں بین الاقوامی نقل و حرکت پذیری (Mobility of Labour) موجود نہیں ہے) اس لئے مختلف ملکوں کے درمیان ان کی اجرت کی شرح یکساں نہیں ہو پاتی اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ملکوں کے مابین

ایک ہی شے کے مصارف پیدا کر کے مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس ملک میں جس شے کی قیمت اور اخراجات نسبتاً کم ہوں گے وہاں سے وہ دوسرے ملکوں کو جانا شروع ہو جائے گی اور جس ملک میں جس شے کی مصارف نسبتاً زیادہ ہوں گے وہاں وہ آنا شروع ہو جائے گی اور یوں بین الاقوامی تجارت کی بنیاد پڑتی ہے۔ ریکارڈ کے اس نظریہ کو تقابلی مصارف کا قانون کہا جاتا ہے جس کی وضاحت ہم یہاں کرتے ہیں۔

تقابلی مصارف کا قانون

LAW OF COMPARATIVE COSTS

اس قانون کی رو سے بین الاقوامی تجارت اس لئے ہوتی ہے کہ ایک چیز کی قیمت مختلف ملکوں میں مختلف ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ملک ایسی چیز پیدا کرتا ہے جن پر اس کی لاگت دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں کم آتی ہے۔ اس قانون کی وضاحت کے ضمن میں چند مفروضات قائم کئے گئے ہیں تاکہ مسئلہ آسانی سمجھ میں آجائے۔ چنانچہ پہلے ہم اس نظریے کے مفروضات بیان کرتے ہیں:

قانون تقابلی مصارف کے مفروضات (Assumptions):

- تجارت میں شریک دونوں ملکوں میں اپنے اپنے ہاں مکمل مقابلہ (Perfect Competition) اور کامل روزگار (Full Employment) موجود ہے۔ (یعنی تمام ذرائع پیدا کر کے زیر استعمال ہیں۔)
- تمام اشیاء صرف محنت (Labour) سے ہی پیدا ہوتی ہیں اس لئے شے کے مصارف پیدا کر کے فقط مزدوروں کی "اجرت" پر ہی مشتمل ہوتے ہیں۔

iii) درآمد و برآمد آزاد ہوتی ہے اور حکومتوں کی جانب سے ان پر کوئی پابندی یا مداخلت (Intervention) نہیں ہے۔

iv) ہر ملک کی اپنی اپنی کرنسی ہے لیکن ان کا باہمی ادل بدل آزادانہ ہوتا ہے۔

v) بین الاقوامی تجارت میں صرف "اشیاء" شامل ہوتی ہیں "خدمات" نہیں۔

vi) اشیاء کی درآمد و برآمد کے وقت ان پر نقل و حمل کے اخراجات (Transportation Cost) نہیں اٹھتے۔

vii) یہ نظریہ "قیمتوں کے مقدار زر کے نظریے" پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اگر کسی ملک کی (برآمدات سے حاصل ہونے والی) آمدنی اس کی (درآمدات پر خرچ ہونے والی) ادائیگی سے زیادہ ہو جائے تو وہاں قیمتوں کا معیار چڑھ جائے گا۔

viii) دونوں ملکوں میں چیزوں کی پیداوار قانون یکسانی حاصل (Constant Returns) کے تحت ہوتی ہے۔

ix) فنون پیدا کر کے (Techniques of Production) میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔

x) ایک ملک کے مختلف علاقوں میں تو عالمی پیدا کر کے نقل و حرکت (Mobile) ہیں لیکن مختلف ملکوں کے مابین نقل و حرکت نہیں۔

کلی برتری (مطلق برتری) (Absolute Advantages) والی کیفیت:

اب فرض کریں کہ پاکستان میں ایک من (یا چالیس کلوگرام) کپاس اگانے پر (محنت کی) تین اکائیاں (یعنی تین مزدور) خرچ ہوتی ہیں لیکن امریکہ میں ایک من کپاس اگانے پر (محنت کی) نو اکائیاں خرچ ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ پاکستان میں ایک من چینی تیار کرنے پر نو اکائیاں صرف ہوتی ہیں لیکن امریکہ میں چینی تیار کرنے پر تین اکائیاں صرف ہوتی ہیں لہذا پاکستان صرف کپاس پیدا کرے گا اور امریکہ صرف چینی اور دونوں ملک اپنی اپنی ضروریات کے مطابق ان اشیاء کا تبادلہ کر لیں گے۔ اسے مندرجہ ذیل گوشوارے سے یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے: (یہاں ایک من سے مراد ہے تقریباً چالیس کلوگرام)

امریکہ کی پیداوار	پاکستان کی پیداوار	محنت کی اکائیاں
ایک من چینی	ایک من کپاس	تین اکائیاں
ایک من کپاس	ایک من چینی	نواکائیاں

اس کو شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان چینی لاگت یعنی (محنت کی) نو اکائیوں سے ایک من چینی پیدا کر سکتا ہے امریکہ اس سے ایک تہائی لاگت (یعنی تین اکائیوں) سے ایک من چینی پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس امریکہ چینی لاگت یعنی نو اکائیوں سے ایک من کپاس اگا سکتا ہے۔ پاکستان اس سے ایک تہائی لاگت یعنی تین اکائیوں سے ایک من کپاس پیدا کر سکتا ہے۔ گویا پاکستان کو کپاس اگانے میں امریکہ پر کلی برتری حاصل ہے۔ لہذا دونوں اپنی اپنی مخصوص شے پیدا کر کے آپس میں تبادلہ کر سکتے ہیں اور دونوں ملکوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ پاکستان محنت کی نو اکائیاں خرچ کر کے ایک من چینی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح امریکہ محنت کی نو اکائیاں لگا کر ایک من کپاس اگانے کے بجائے صرف تین اکائیوں کی مدد سے ایک من چینی پیدا کر کے اس کے بدلے پاکستان سے ایک من کپاس حاصل کر سکتا ہے۔

تقابلی برتری (Comparative Advantage) والی کیفیت:

لیکن بین الاقوامی تجارت پیدا ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ دونوں ملکوں کو ایک دوسرے پر ”کلی برتری“ حاصل ہو بلکہ اگر ان میں سے ایک ملک دوسرے ملک سے دونوں چیزیں کم لاگت پر تیار کر سکتا ہو اور دوسرا ملک دونوں چیزیں زیادہ لاگت پر تیار کر سکتا ہو تو پھر بھی ان میں تجارت ہو سکتی ہے بشرطیکہ کم لاگت پر تیار کرنے والا ملک صرف وہ شے بنائے جسے وہ مقابلہ زیادہ مستانہ بنا سکتا ہے (یعنی جس میں اسے تقابلی برتری زیادہ حاصل ہے) اور زیادہ لاگت پر تیار کرنے والا ملک صرف وہ شے بنائے جسے وہ مقابلہ زیادہ مستانہ بنا سکتا ہے یعنی جس میں اسے تقابلی کمتری (Comparative Disadvantage) کم حاصل ہو۔ اعداد و شمار سے اس کی وضاحت کرنے سے قبل ہم ایک عام فہم مثال پیش کرتے ہیں۔

ایک لیڈی لیچرار کی مثال لیجئے وہ کالج میں طالبات کو پڑھانے کا کام اور گھر میں کھانا تیار کرنے کا کام بہت اچھا کر سکتی ہے۔ یعنی اس کے پاس گھر میں جو باورچین ملازم ہے اس کے مقابلہ میں وہ خود دونوں کام بہتر طریقے سے کر سکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ صرف ایک کام یعنی طالبات کو پڑھانے کا کام ہی کرتی ہے اور کھانا تیار کرنے کے لئے باورچین ملازم رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان دونوں میں سے پہلا کام مقابلہ بہتر (Comparatively Better) کر سکتی ہے۔ اس لئے اپنا وقت اور توجہ وہی کام کرنے میں لگا دیتی ہے۔ اس کے بجائے اگر وہ اپنے وقت کا نصف حصہ کالج میں پڑھانے سے محروم رہے گی۔ کیونکہ وہ بڑھیا کام (یعنی زیادہ آمدنی والا کام) چھوڑ کر ادنیٰ کام (یعنی کم آمدنی والا کام) کرے گی۔

اب بھی حقیقت ہم دونوں کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ایک ملک دوسرے کے مقابلہ میں دونوں چیزیں کم لاگت پر تیار کر سکتا ہے لیکن پھر بھی وہ دونوں اشیاء بنانے کے بجائے صرف اس شے کے بنانے پر محنت لگائے گا جو مقابلہ کم لاگت پر تیار کر سکتا ہو۔ اور دوسری شے وہ دوسرے ملک سے منگوائے گا۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل گوشوارہ سے ہوگی فرض کریں محنت کی ایک اکائی (مثلاً مزدوروں کی اجرت کی شکل میں ہزار روپے) سے امریکہ دس من کپاس یا تین من چینی پیدا کرتا ہے اور پاکستان اتنی ہی لاگت سے آٹھ من کپاس یا بارہ من چینی پیدا کرتا ہے۔ اگر دونوں ممالک دونوں چیزیں اپنے اپنے ملک میں پیدا کریں تو محنت کی دو اکائیاں یا دو ہزار روپے صرف کرنے سے دونوں ملکوں کی پیداوار نقشہ ذیل کے مطابق ہوگی: (ایک من سے مراد تقریباً چالیس کلوگرام ہے)

امریکہ	=	10 من کپاس	+	20 من چینی
پاکستان	=	8 من کپاس	+	12 من چینی
دونوں ملکوں کی				
مجموعی پیداوار	=	18 من کپاس	+	32 من چینی

اب فرض کریں کہ ہر ملک صرف وہی شے پیدا کرنے میں ”تخصیص“ حاصل (Specialize) کرتا ہے جس میں اس کے مصارف پیدائش مقابلاً کم ہوں یعنی وہ شے بنانے میں اسے ”تقابلی برتری زیادہ“ حاصل ہو چونکہ امریکہ میں کپاس اور چینی کی پیداوار کی نسبت 2:1 ہے (کیونکہ اس من کپاس پر بھی ایک ہزار روپے خرچ آتے ہیں اور تین من چینی پر بھی ایک ہزار روپے) لہذا وہاں ایک من کپاس دو من چینی کے برابر ہے چنانچہ یہ صرف چینی پیدا کرے گا یعنی پیدا کرنے میں تخصیص حاصل کرے گا۔ دوسری دوسری طرف پاکستان میں کپاس اور چینی کی نسبت 1:5 ہے (کیونکہ چینی لاگت آٹھ من کپاس اگانے پر آتی ہے اتنی ہی بارہ من چینی پیدا کرنے پر آتی ہے) لہذا ایک من کپاس ڈیڑھ من چینی کے برابر ہے۔ چنانچہ یہ کپاس اگانے میں بھی امریکہ سے کمتر ہے اور چینی بنانے میں بھی کمتر۔ لیکن کپاس اگانے میں اس کے کمتری حاصل ہے۔ اس لئے یہ کپاس کی پیداوار میں تخصیص حاصل کر لے گا۔

اب اگر دونوں ملک ایک ایک چیز کی پیداوار پر دونوں اکائیاں صرف کریں تو پیداوار مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق ہوگی: (ایک من سے مراد تقریباً چالیس کلوگرام)

امریکہ	=	20 من چینی	+	20 من چینی
پاکستان	=	8 من کپاس	+	8 من کپاس
میزان	=	40 من چینی	+	16 من کپاس

گویا امریکہ محنت کی دو اکائیاں (یعنی دو ہزار روپے) سے چالیس من چینی پیدا کرے گا اور پاکستان محنت کی دو اکائیوں سے سولہ من کپاس پیدا کرے گا۔ دونوں کی مجموعی پیداوار سولہ من کپاس اور چالیس من چینی ہوگی۔ لیکن اگر وہ تخصیص نہ کریں یعنی ہر ملک دونوں چیزیں پیدا کرے تو پچھلے نقشہ کے مطابق دونوں ملکوں کی کل پیداوار اٹھارہ من کپاس اور تیس من چینی ہوگی۔ اس طرح تخصیص کرنے سے انہیں (40 من چینی 32 من) آٹھ من چینی زیادہ حاصل ہوتی ہے اور (18 من چینی 16 من) دو من کپاس کم لیتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انہیں تخصیص کرنے سے فائدہ ہوتا ہے یا تخصیص کے بغیر۔ اس کے لئے ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ دو من کپاس کی قیمت زیادہ ہے یا آٹھ من چینی کی۔ ہم جانتے ہیں کہ دو من کپاس کی زیادہ سے زیادہ قیمت چار من چینی کے برابر ہے کیونکہ امریکہ میں کپاس اور چینی کی باہمی شرح تبادلہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے (کہ وہاں ہزار روپے سے دس من کپاس پیدا کی جاسکتی ہے یا تیس من چینی) اس لئے آٹھ من چینی سے اگر (دو من کپاس کے برابر چینی یعنی) چار من چینی کا نقصان خارج کر دیا جائے تو بھی تخصیص کرنے سے دونوں ملکوں کے پاس چار من چینی زائد بچتی ہے (جسے وہ آپس میں بانٹ سکتے ہیں)

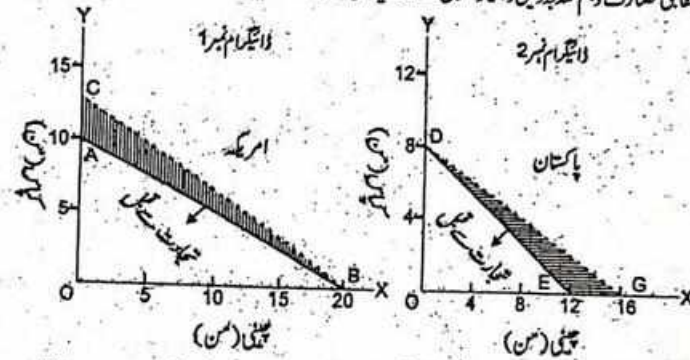
یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ ایک ہی چینی لاگت سے پاکستان کے مقابلہ میں امریکہ دونوں چیزیں زیادہ پیدا کر سکتا ہے یعنی ایک ہزار روپے لگا کر دس من کپاس یا تیس من چینی اور پاکستان اتنی ہی لاگت سے یعنی ایک ہزار روپے کی مدد سے آٹھ من کپاس یا بارہ من چینی۔ لیکن اس کے باوجود امریکہ اگر دونوں چیزیں پیدا کرنے کے بجائے صرف چینی پیدا کرنے پر دو ہزار روپے صرف کر دے اور پاکستان کو چینی بھیج کر اپنی ضرورت کے لئے کپاس منگوائے تو اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ خود امریکہ میں ایک من کپاس حاصل کرنے کے لئے دو من چینی دینی پڑتی ہے (کیونکہ دس من کپاس پر بھی ہزار روپے خرچ آتے ہیں اور تیس من چینی پر بھی ہزار روپے) لیکن پاکستان میں ایک من

کپاس حاصل کرنے کے لئے صرف ڈیڑھ من چینی دینا ہوگی (کیونکہ وہاں آٹھ من کپاس پر بھی ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اور بارہ من چینی پر بھی ہزار روپے) اس لئے امریکہ پاکستان کو دس سے کم چینی دے کر ایک من کپاس حاصل کر سکتا ہے اسے کپاس لگانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح پاکستان صرف کپاس پیدا کرے گا کیونکہ خود پاکستان میں ایک من کپاس کے بدلے صرف ڈیڑھ من چینی ملتی ہے لیکن وہ امریکہ کو ایک من کپاس بھیج کر ڈیڑھ من سے زیادہ چینی حاصل کر سکتا ہے۔ یہی تقابلی مصارف کا قانون ہے۔ یعنی امریکہ اگر چند دنوں چیزیں پاکستان کے مقابلہ میں کم لاگت پر پیدا کر سکتا ہے لیکن پھر بھی ان دونوں کے درمیان تجارت شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پاکستان کو چینی کی بجائے کپاس لگانے میں کم کٹری حاصل ہے اور امریکہ کو کپاس کی نسبت چینی پیدا کرنے میں برتری حاصل ہے۔ ماہرین معاشیات نے قانون تقابلی مصارف (یا موازنہ مصارف) کی تعریف یوں کی ہے:

”ہر ملک کے لئے وہ چیزیں پیدا کرنا مفید ہوتا ہے جن کو پیدا کرنے میں اسے زیادہ تقابلی برتری یا کم کٹری حاصل ہو۔“

ڈائجرام سے وضاحت:

قانون تقابلی مصارف کو ہم مندرجہ ذیل ڈائجراموں کے ذریعے بھی واضح کر سکتے ہیں:



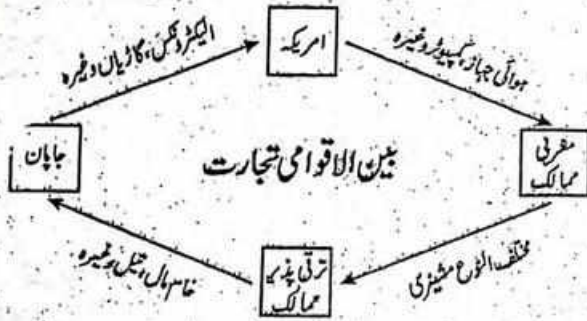
ڈائجرام نمبر 1 میں امریکہ کی پیداواری صلاحیت دکھائی گئی ہے جس کی رو سے یہ معینہ لاگت کی مدد سے بیس من چینی یا دس من کپاس پیدا کر سکتا ہے۔ گویا خط AB اس کی ”پیداواری امکان کی سرحد“ (Production Possibility Frontier) کا خط ہے جس کی ڈھلان (Slope) چینی اور کپاس کی قیمت کا باہمی تناسب 1/2 ظاہر کر رہی ہے۔ ڈائجرام نمبر 2 میں پاکستان کی پیداواری صلاحیت دکھائی گئی ہے جس کی رو سے یہ معینہ لاگت سے آٹھ من کپاس یا بارہ من چینی پیدا کر سکتا ہے۔ گویا خط DE اس کی ”پیداواری امکان کی سرحد“ کا خط ہے جس کی ڈھلان چینی اور کپاس کی قیمت کا باہمی تناسب 2/3 ظاہر کر رہی ہے۔ یہ یکا رو کے قول کے مطابق ان خطوط کی ڈھلاؤ میں فرق کے باعث ہی دونوں ملکوں کی تجارت نفع مند ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا مثال میں چونکہ امریکہ پاکستان کو چینی دے کر پاکستان سے اسی نسبت سے کپاس حاصل کر سکتا ہے جس نسبت سے ان دونوں اشیاء کا پاکستان میں باہمی تبادلہ ہوتا ہے لہذا ڈائجرام نمبر 1 میں نقطہ B سے DE کے متوازی ایک خط BC کھینچا گیا ہے۔ گویا پاکستان کے ساتھ تجارت کی بدولت امریکہ میں بھی چینی اور کپاس کے باہمی تبادلہ کی نسبت کا خط BC ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ڈائجرام نمبر 2 میں نقطہ D سے A-B خط کے متوازی ایک خط DG ہو سکتا ہے۔ ان ڈائجراموں سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ کے لئے نفع کی حدود کا تعین رقبہ A.B.C سے ہوتا ہے اور پاکستان کے لئے رقبہ D.E.G سے ہوتا ہے۔

مذکورہ وضاحت کے پیش نظر قانون تقابلی مصارف کی تعریف کی جاتی ہے:

”اگر دونوں ملکوں میں سے کسی ایک ملک کو ہر شے بنانے میں دوسرے ملک کے مقابلہ میں خواہ مطلق برتری حاصل ہو یا نہ ہو لیکن اگر ہر ملک ایسی اشیاء بنانے میں تخصیص حاصل کر لے جس میں اسے تقابلی برتری حاصل ہو تو دونوں ملکوں میں باہمی تجارت نفع آدر ثابت ہوگی اور دونوں ملکوں میں عالمین پیداؤں کی حقیقی اجرتیں پہلے سے بڑھ جائیں گی۔“

”The principle of comparative advantage holds that each country will benefit if it specializes in the production and export of those goods that it can produce at relatively low cost. Conversely, each country will benefit if it imports those goods which it produces at relatively high cost.“ (P.A.S.)

اوپر ہم نے قانون مصارف کی وضاحت کے سلسلے میں دو مثالیں دی ہیں۔ درحقیقت یہ قانون دو سے زیادہ اشیاء اور دو سے زیادہ ممالک کے سلسلہ میں بھی لاگو (Apply) ہوتا ہے یعنی ہر ملک دنیا کے دیگر متعدد ممالک کو ایک سے زیادہ اشیاء برآمد کرتا ہے اور ان سے ایک سے زیادہ اشیاء درآمد کرتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ایک سادہ سے شکل بنائی جاسکتی ہے:



اس شکل سے عالمی سطح پر مختلف ممالک کے درمیان مختلف اشیاء کی درآمد اور برآمد کی گردش واضح ہوتی ہے۔ مثلاً امریکہ جاپان سے ایکٹرائک اشیاء درآمد کرتا ہے اور مغربی ممالک کو کوئی جہاز برآمد کرتا ہے۔ مغربی ممالک ترقی پذیر (Developing) ممالک کو مختلف قسم کی مشینیں برآمد کرتے ہیں اور خود ترقی پذیر ممالک خام مال (Raw Material) اور تیل وغیرہ برآمد کرتے ہیں۔

نظریہ تقابلی مصارف پر تنقید (Criticism):

تقابلی مصارف کے کلاسیکی نظریہ میں کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں اس لئے ماہرین معاشیات نے اس پر مختلف زاویوں سے تنقید کی ہے:

1- بنیادی نظریہ کمزور ہے: (Basic Theory is weak)

یہ نظریہ ”قدر کے نظریہ بحث“ (Labour Theory of Value) پر مبنی ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہر چیز کی پیداوار کا دار و مدار صرف مزدوروں کی محنت پر ہے اور اس کی لاگت کا بیشتر حصہ ان مزدوروں کی اجرتوں (Wages) پر مشتمل ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ”قدر کا نظریہ بحث“ مسترد ہو چکا ہے کیونکہ ہر شے چار عالمین پیداؤں (یعنی زمین، مزدور، سرمایہ اور ناظم) کی باہمی کوشش سے پیدا ہوتی ہے اور محنت ان چاروں میں سے صرف ایک عامل ہے اس لئے مذکورہ بالا ”نظریہ تقابلی مصارف“ کمزور ہے۔

2- بین الاقوامی ادائیگیوں کا طریقہ کار: (Mode of international payments)

کلاسیکی نظریہ میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ تمام ممالک کی کرنسیوں کا باہمی تبادلہ آزادانہ ہوتا ہے اور باہمی ادائیگی اور وصولی کے لئے ایک دوسرے کی کرنسیاں ایسے ہی قبول کی جاتی ہیں جیسے سونا (Gold) قبول کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج کل تمام ممالک میں "غیر بدل پذیر" کرنسی کاغذی زر استعمال ہوتا ہے اور ان کا باہمی تبادلہ آزادی اور آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا۔

3- آزاد تجارت (Free Trade) کا مفروضہ درست نہیں:

پروفیسر نیون (Nevin) لکھتے ہیں قانون موازنہ مصارف محض ایک نظریہ ہے، لیکن اس سے نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ حقیقی دنیا میں ہر ملک کی پیداواری وجہ صرف قانون موازنہ مصارف کے تابع ہوتی ہے کیونکہ یہ قانون فرض کر لیتا ہے کہ مختلف ملکوں کے مابین تجارت آزادانہ ہوتی ہے اور اس پر کوئی پابندی نہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مختلف ملکوں نے اشیاء کے بین الاقوامی تبادلہ پر کئی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں مثلاً تجارتی محصولات (Tariffs) کو ٹیکس (Quota System) یعنی اشیاء کی مقررہ مقدار میں تجارت اور دیگر رکاوٹیں۔

4- نقل و حمل کے خرچہ کا لحاظ: (Transport cost)

قانون تقابلی مصارف کی صداقت پر کھتے ہوئے اشیاء کی نقل و حرکت پر جولاگت آتی ہو اس کے اثر کی گنجائش بھی رکھنی چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ الف ملک بلب ملک کے مقابلہ میں ایک شے کم لاگت پر بنا سکتا ہو لیکن اسے بلب ملک میں بھیجے پر جو نقل و حمل کے اخراجات آتے ہوں وہ اس قدر زیادہ ہوں کہ اگر انہیں اصل لاگت میں شامل کر لیا جائے تو وہ سب ملک کی لاگت سے بڑھ جائے۔ لہذا تجارت فائدہ مند نہ رہے یعنی بلب ملک اسے الف ملک سے منگوانے کے بجائے خود ہی پیدا کرنا مفید سمجھے۔

5- قانون تقلیل حاصل کے نفاذ کا اندیشہ:

شے کی پیداوار کے سلسلے میں مختلف ملکوں کی پیداواری استعداد (Productive Capacity) کے معیار مختلف ہو جانے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ ملک اس شے کی پیداوار میں کامل تخصیص حاصل کر لے گا کیونکہ بین ممکن ہے کہ اگر پیداوار ایک حد سے بڑھ جائے تو وہاں قانون تقلیل حاصل کا نفاذ شروع ہو جائے۔ اور اس کے مصارف پیدائش بڑھنے لگیں۔ چنانچہ اس ملک کی پیداواری استعداد میں فوقیت (Superiority) اسی صورت میں برقرار رہ سکتی ہے جب تک وہ اس حد سے زیادہ پیدا نہ کرے۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ تخصیص کے باوجود دیگر ملکوں کو بھی وہ شے کچھ نہ کچھ مقدار میں پیدا کرنی پڑے گی۔

مذکورہ دلائل کے باوجود یہ بات قابل غور ہے کہ "نظریہ تقابلی فوقیت معاشیات کی بنیادی صداقتوں میں سے ایک اہم صداقت ہے۔" (پروفیسر سیکسن)

"The theory of comparative advantage is one of the deepest truths in all of Economics." (P.A.S.)

بین الاقوامی تجارت کے اسباب:

بین الاقوامی تجارت مصارف میں اختلاف کے باعث ہی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اس کے دواور اسباب بھی ہو سکتے ہیں:

(i) بکثیری پیدائش (Large-Scale Production) اور تقلیل مصارف:

اگر دو ملکوں کے درمیان دو چیزوں کے تقابلی مصارف میں کوئی فرق نہ ہو تو پھر بھی ان کے درمیان تجارت نفع آور ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ دونوں ایک ایک شے میں تخصیص حاصل کر لیں اور اس کی پیداوار بڑے پیمانے پر (Mass Production) کریں کیونکہ اس طرح انہیں بڑے پیمانے کی کفایتیں (Economies) حاصل ہوں گی اور مصارف (Costs) کم ہوں گے جو باہمی "گوا" قانون بکثیری حاصل

(Increasing Returns) یا تقلیل مصارف (Diminishing Costs) کے باعث دونوں ملکوں کی پیداوار (Output) میں اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ تخصیص نہ کریں تو انہیں بڑے پیمانے کی کفایتیں حاصل نہ ہوں گی۔

(ii) پندہ یا طلب میں اختلاف: (Difference in demand or likeness)

اگر دونوں ممالک میں مصارف پیدائش یکساں ہوں اور بڑے پیمانے پر پیدائش کے باوجود مصارف بڑھتے جاتے ہوں تو پھر بھی ان کے درمیان بین الاقوامی تجارت فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے اور اس کا سبب "دونوں ملکوں کے لوگوں کی پسند (Taste) میں اختلاف" ہے۔ مثلاً پاکستان اور بنگلہ دیش دونوں میں پھلی پیدا ہوتی ہے اور بکرے کا گشت بھی خواہ یہ برابر مقدار اور نسبت میں پیدا ہوں لیکن فرض کریں کہ پاکستانی لوگ پھلی کے بجائے گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں جب کہ بنگلہ دیش کے لوگ گوشت کے بجائے پھلی زیادہ پسند کرتے ہیں تو دونوں ملکوں کے درمیان تجارت ہو سکتی ہے کیونکہ پاکستان سے پھلی برآمد ہوگی اور بنگلہ دیش سے گوشت اور دونوں ملکوں کے عوام کی ضرورت پلے بہتر اور حسب ذوق پوری ہونے لگے گی۔ پروفیسر سیکسن لکھتے ہیں:

"Even if the absolute efficiencies in two places were identical, trade might occur because of differences in tastes." (P.A.S.)

بین الاقوامی تجارت کا جدید نظریہ (Modern Theory)

بین الاقوامی تجارت کے جدید نظریے کی بنیاد سویڈن کے دو ماہرین معاشیات کے نظریات پر قائم ہے ایک پروفیسر ایلی میکسیر اور دوسرے پروفیسر برٹل اوہلن (Ohlin)۔ کلاسیکی نظریہ پیش کرنے والے انیسویں صدی کے ماہرین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ اہم ترین مال پیدائش "مخت" ہے اس لئے اس میں کم بیشی کے باعث مصارف میں فرق پیدا ہو جاتا ہے اور بین الاقوامی تجارت کا سبب بنتا ہے لیکن میکسیر اور اوہلن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ عالمین پیدائش میں مخت کے علاوہ زمین سرمایہ اور ناظم بھی شامل ہیں۔ مختلف ملکوں میں عالمین کی مقدار میں اختلاف اور پیداواری احوال میں تنوع ہی (Diversity in conditions of production between different countries) بین الاقوامی تجارت کی بنیاد ہے۔

جدید نظریہ میں یہ کہا گیا ہے کہ باقی امور میں تمام ممالک برابر ہیں لیکن عالمین پیدائش کی مقدار کے لحاظ سے ان میں فرق ہے، یعنی قدرت نے مختلف ملکوں کو مختلف عالمین پیدائش عطا کئے ہیں مثلاً کسی میں سرمایہ زیادہ ہے اور مخت کرنے والے کم ہیں اور دوسرے میں سرمایہ کم ہے مگر افرادی قوت (Man-power) زیادہ ہے۔ پہلے ملک کو ہم صنعتیہ (Industria) کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کو زراعتیہ (Agraria) عالمین پیدائش کی مقدار میں فرق ہونے کی بنا پر ان کی نسبتی یا اضافی قیمتوں (Relative Prices) میں فرق ہوگا۔ صحیحہ میں اجرتوں کی شرح بلند ہوگی اور (سرمائے کے معاوضہ یعنی) سود کی شرح کم لیکن زراعتیہ میں اجرتوں کی شرح پست ہوگی اور سود کی شرح بلند۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہر ملک میں اشیاء کی پیداواری پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مختلف اشیاء بنانے کے لیے عالمین پیدائش کی مختلف مقدار درکار ہوتی ہے۔ ہم دو انتہاں میں فرض کرتے ہیں: ایک وہ انتہا جہاں صرف سرمایہ استعمال ہوتا ہے اور مخت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اب دونوں انتہاؤں کے درمیان مختلف صنعتیں ہوتی ہیں جن میں سے کسی میں زیادہ سرمایہ مگر کم مخت اور کسی میں کم سرمایہ مگر زیادہ مخت استعمال ہوتی ہے۔ جن میں زیادہ مخت درکار ہوا انہیں "جاذب مخت" (Labour intensive) کہا جاتا ہے اور جن میں زیادہ سرمایہ درکار ہوا انہیں "جاذب سرمایہ" (Capital Intensive) صنعتیں کہا جاتا ہے۔ چونکہ زراعتیہ میں مخت ارزاں ہوتی ہے اور سرمایہ گراں اس لئے جن اشیاء کی پیداوار میں مخت زیادہ درکار ہوتی ہے وہ نسبتاً ارزاں ہوتی ہیں اور چونکہ صنعتیہ میں سرمایہ ارزاں ہوتا ہے اور

محنت گران اس لئے وہ اشیاء جن میں زیادہ سرمایہ درکار ہوتا ہے نسبتاً ارزاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ زرعیہ سے "جاذب محنت" اشیاء برآمد ہوں گی اور صنعتیہ سے "جاذب سرمایہ" اشیاء۔

بہشتی تجارت کی اس نوعیت کے باعث زرعیہ میں محنت کی طلب بڑھتی جائے گی اور سرمایہ کی کم ہوتی جائے گی لہذا یہاں سود کی شرح گرتی اور اجرتوں کی شرح بڑھتی جائے گی۔ اس کے برعکس صنعتیہ میں سرمایہ کی طلب بڑھتی جائے گی اور محنت کی کم ہوتی جائے گی اس لئے سود کی شرح بلند کی اور اجرتوں کی شرح گرنے لگی۔ چنانچہ بہشتی تجارت کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ تجارت شروع ہونے سے قبل زرعیہ میں محنت ارزاں ہوتی ہے لیکن بعد میں گراں ہو جاتی ہے جب کہ صنعتیہ میں پہلے محنت گراں ہوتی ہے لیکن بعد میں ارزاں ہو جاتی ہے۔ لیکن حال سرمایہ کا ہوتا ہے گویا دونوں ملکوں میں دونوں عاملین پیداوار کی شرحیں ایک دوسرے کے قریب آتی جاتی ہیں اور اگر یہ تجارت کافی عرصے تک ہوتی رہے تو دونوں ملکوں میں عاملین کی شرحیں تقریباً برابر ہو جائیں گی۔ اس کو "عاملین پیداوار کی مساوی قیمت کا نظریہ" (Factor-Price Equilization Theorem) کہا جاتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کا جدید نظریہ درحقیقت رسد و طلب کے توازن کا نظریہ ہی ہے۔ جس طرح مختلف افراد کی باہمی صلاحیتوں میں فرق اور ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں کی پیداواروں میں فرق ہونے کے باعث وہ اپنی اپنی خدمات یا پیداواروں کا تبادلہ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح مختلف ملکوں میں موجود عاملین پیداوار کی مختلف مقداروں اور معیاروں کے باعث ان کی قیمتوں اور ان کی مدد سے پیدا ہونے والی اشیاء کی قیمتوں میں فرق پیدا ہو جاتا ہے جس کے باعث ان کے درمیان (بین الاقوامی) تجارت ہوتی ہے۔ نیز جس طرح ایک ملک کے مختلف علاقوں کے مابین تجارت ہوتی ہے اسی طرح پوری دنیا کے مختلف علاقوں (یعنی ممالک) کے مابین مختلف اشیاء کی رسد اور طلب کے مختلف حجم ہونے کے باعث تجارت ہوتی ہے۔

اس نظریہ کو مختصر طور پر درج ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے:

- 1- عاملین پیداوار کی مقداروں میں فرق: دنیا کے مختلف ملکوں میں عاملین پیداوار کی مقداریں مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف ملکوں میں ان کی قیمتوں میں فرق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تجارت ہونے لگتی ہے۔
- 2- اشیاء کی قیمتوں میں فرق: اگلی اشیاء کو پیدا کرنے کے لئے عاملین پیداوار کی مقداروں کا تناسب مختلف ہوتا ہے جس کے باعث ایک ہی شے کے معارف پیداوار اور قیمت مختلف ملکوں میں مختلف ہو جاتے ہیں جو بین الاقوامی تجارت کا باعث بنتے ہیں۔
- 3- سرمایہ جاذب (Capital Intensive) اور محنت جاذب (Labour Intensive) اشیاء کا تبادلہ: جس ملک میں سرمایہ کی مقدار نسبتاً زیادہ ہو وہ ایسی اشیاء برآمد کرے گا جن کے بنانے میں سرمایہ زیادہ استعمال ہوتا ہو اور جس ملک میں محنت کاروں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہو وہ ایسی اشیاء برآمد کرے گا جن میں محنت کا استعمال زیادہ ہوتا ہو۔
- 4- عاملین پیداوار کی نقل و حرکت کی کمی: اگرچہ مختلف ملکوں کے مابین عاملین پیداوار کی نقل و حرکت ہوتی ہے لیکن اگر تجارت آزادانہ ہونے لگے تو اشیاء کی درآمد اور برآمد سے عاملین پیداوار کی عدم نقل و حرکت کی تلافی ہو جاتی ہے یعنی خود عاملین پیداوار کی بجائے ان کی مدد سے تجارت کردہ اشیاء کی نقل و حرکت ہوتی ہے۔

بیرونی ادائیگیوں کا توازن

(BALANCE OF FOREIGN PAYMENTS)

ہر ملک جب دوسرے ممالک سے اشیاء منگواتا ہے تو انہیں قیمت ادا کرتا ہے اور جب اشیاء بھیجتا ہے تو ان سے قیمت وصول کرتا ہے اس لئے اسے یہ چیز پیش نظر رکھنی پڑتی ہے کہ اس کی درآمد کی ہوئی اشیاء کی مالیت برآمد کی ہوئی اشیاء کی مالیت کے برابر رہے۔ گویا بیرونی تجارت میں توازن قائم رہے۔ اس چیز کو دیکھنے کے لئے ہر ملک ایک فہرست تیار کرتا ہے جس میں ایک طرف اس کی سالانہ برآمدات کی مالیت (Value of Exports) درج ہوتی ہے اور دوسری طرف سالانہ درآمدات کی مالیت (Value of Imports)۔ تاکہ یہ دیکھے کہ اس کا توازن تجارت (Balance of Trade) موافق (Favourable) ہے یا غیر موافق (Unfavourable) یعنی برآمدات اور درآمدات میں کتنا فرق ہے۔

اگر کسی ملک کی برآمدات اس کی درآمدات سے زیادہ ہوں تو اس کا توازن تجارت موافقت میں سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کا خرچ (Expenditure) (یعنی درآمدات کی مالیت) اس کی آمدنی (Income) (یعنی برآمدات کی مالیت) سے کم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے اوپر قرضہ نہیں چڑھے گا بلکہ اسے دوسرے ملکوں سے سونا اور دولت حاصل ہوگی۔ لیکن اگر برآمدات سے درآمدات زیادہ ہوں تو اس کا خرچ اس کی آمدن سے بڑھ جائے گا اور اس کے اوپر دوسروں کا قرضہ چڑھ جائے گا۔ گویا اس کا توازن تجارت مخالفت میں ہو جائے گا۔

لیکن حقیقی طور پر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کسی ملک کی غیر ملکی تجارت کا توازن موافقت میں ہے یا مخالفت میں ہمیں صرف اس کی عام اشیاء (Commodities) کی درآمد و برآمد ہی کو نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ ان تمام مددوں کو سامنے رکھنا چاہئے جو یہ برآمد اور درآمد کرتا ہے کیونکہ ایک ملک صرف چیزوں کی خرید و فروخت ہی نہیں کرتا بلکہ مختلف قسم کی کمپنیوں کی خدمات (Services) بھی درآمد یا برآمد کرتا ہے مثلاً اس کے بحری جہاز دوسرے ملکوں کا مال ایک جگہ سے دوسرے جگہ لے جاتے ہیں اور اس کے عوض رقم حاصل کرتے ہیں اسی طرح اس کی بیمہ کمپنیاں (Insurance) دوسرے ملک کے تاجروں کو بیمہ کی سہولتیں فراہم کرتی ہیں اور اس کا معاوضہ لیتی ہیں۔ اس کے برعکس یہ ملک بھی دوسرے ملکوں کی بیمہ کمپنیوں، جہاز کی کمپنیوں اور بینکوں کی خدمات سے فائدہ اٹھاتا ہے اور انہیں معاوضہ ادا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کسی ملک کی تجارت کا توازن موافقت میں ہے یا مخالفت میں ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ایک ملک کے ذمے ہر قسم کی درآمدات کی کل گنتی رقم واجب الادا ہے اور دوسرے ملکوں سے اسے اپنی ہر قسم کی برآمدات کی گنتی رقم واجب الوصول ہے۔ گویا ہمیں توازن تجارت دیکھنے کی بجائے ادائیگیوں کا توازن مد نظر رکھنا چاہئے یہاں ہم دونوں اصطلاحوں میں فرق بیان کرتے ہیں:

توازن تجارت (Balance of Trade):

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے توازن تجارت کا جائزہ لیتے وقت صرف اشیاء (Commodities) کو ہی سامنے رکھا جاتا ہے۔ انہیں مرئی یعنی نظر آنے والی اشیاء (Visible Goods) کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک طرف مرئی درآمدات درج ہوتی ہیں اور دوسری طرف مرئی برآمدات۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ "توازن تجارت" کی کیفیت بیرونی تجارت کے بارے میں صحیح تصویر پیش نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ اس کے ایک ملک کی مرئی برآمدات (یعنی عام اشیاء) اس کی مرئی درآمدات سے بہت زیادہ ہوں اور بظاہر اس کا توازن تجارت موافقت میں ہو لیکن اس کی غیر مرئی یعنی بظاہر نظر نہ آنے والی (Invisible Goods) درآمدات، یعنی مختلف کمپنیوں کی خدمات وغیرہ اس کی غیر مرئی درآمدات سے بہت زیادہ ہوں لہذا درحقیقت تمام مرئی اور غیر مرئی درآمدات (Items) کو ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مجموعی طور پر اس کے ذمے دوسرے ملکوں کی رقم اس رقم سے زیادہ ہیں یا کم جو اسے وصول ہوگی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیں کسی ملک کی بیرونی تجارت کی صحیح تصویر دیکھنے کے لئے توازن تجارت کے بجائے اس کا توازن ادا نیکیاں دیکھنا چاہئے جس میں مرئی اور غیر مرئی سب چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

توازن تجارت کی تعریف: (Definition of Balance of Trade)

توازن تجارت کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

”کسی قوم (یا ملک) کی ادا نیکیوں کے توازن کا وہ حصہ جس کا تعلق صرف اشیائے تجارت (Merchandise) یا مرئی (یعنی نظر آنے والی اشیاء کی (Visible) درآمدات و برآمدات سے ہو۔“

ادا نیکیوں کا توازن (Balance of Payments):

ادا نیکیوں کے توازن سے مراد ایسا ریکارڈ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک نے مجموعی طور پر کتنی اشیاء و خدمات درآمد کی ہیں اور کتنی اشیاء و خدمات برآمد کی ہیں۔ گویا ادا نیکیوں کے توازن میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی مدوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ پروفیسر کنڈل برگ (C.P. Kindleberger) ادا نیکیوں کے توازن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

”اس سے مراد تمام مناشی لین دین کا باقاعدہ ریکارڈ ہے جو ایک ملک کے باشندوں اور بیرونی ممالک کے باشندوں کے درمیان ہوتا ہے۔“

پروفیسر ریڈ بیگ (David Regg) ادا نیکیوں کے توازن کی تعریف یوں کرتے ہیں:

”The balance of payments record transactions between residents of one country and the rest of the world.“

ادا نیکیوں کے توازن کی مدیں (Items):

کسی ملک کی ادا نیکیاں کے توازن میں مرئی اشیاء (Visible) یعنی عام چیزوں کے علاوہ مندرجہ ذیل غیر مرئی اشیاء (Invisible) یعنی خدمات بھی شامل کی جاتی ہیں۔

1- غیر ملکی کمپنیوں کی خدمات کا معاوضہ:

بیرونی تجارت کے سلسلہ میں ہر ملک دوسرے ملک کی بیمہ کمپنیوں، جہازوں، بینکوں، آڈیٹروں (Commission Agents) دلالوں (Brokers) کی خدمات حاصل کرتا ہے اور انہیں معاوضہ ادا کرتا ہے اور کبھی خود دوسرے ملکوں کی ایسی خدمات مہیا کرتا ہے اور اس کی معاوضہ وصول کرتا ہے۔ گویا یہ خدمات بھی برآمد اور درآمد کی جاتی ہیں۔

2- سیر و سیاحت کے اخراجات:

مختلف ملکوں کے باشندوں نے سیر و تفریح کے لئے دوسرے ممالک میں آتے جاتے ہیں اور وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ملک دیکھنے کے لئے باہر سے کم لوگ آتے ہیں لیکن خود اس ملک کے بہت زیادہ باشندے دوسرے ملکوں کی سیر کو جاتے ہیں۔ اس لیے اسے اتنی رقم وصول نہیں ہوتی جتنی یہاں کے باشندے باہر جا کر خرچ کرتے ہیں۔ یہ بات بھی اس کے ادا نیکیوں کے توازن کو خراب کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔

3- دوسرے ملکوں میں تعلیم کے اخراجات:

مختلف ملکوں کے باشندے کسی دوسرے ملک میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ ادا نیکیوں کے توازن میں اس قسم کے خرچ اور آمدنی کی مدیں بھی درج ہوتی ہیں مثلاً پاکستان سے کچھ طلبہ آکسفورڈ، کیمریج اور امریکی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اور وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب، یمن، متحدہ عرب امارات (UAE) اور دیگر ممالک کے

طلبہ پاکستان میں میڈیکل، انجینئرنگ اور دیگر قسم کی تعلیم حاصل کرنے آتے رہتے ہیں اور یہاں رقم خرچ کرتے ہیں۔

4- غیر ملکی قرضے پر سود (Interest on Foreign Debt):

ملکی ترقی کیلئے کسی ملک کی حکومت نہ صرف ملک کے اندر سے قرضہ حاصل کرتی ہے بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی قرض لیتی ہے۔ اور رقم پر سود ادا کرتی ہے اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس ملک نے دوسرے ملک سے مالیات کی خدمات خریدی ہیں یعنی سرمایہ ادا کیا ہے اسے استعمال کرنے کا معاوضہ سود کی شکل میں ادا کرتا ہے۔ (مارچ 2011ء تک) پاکستان نے دوسرے ملکوں اور حامی اداروں سے پچپن بلین (ارب) ڈالر قرض ملے رکھا تھا جس پر اسے سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ (2010-11ء کی پہلی نو ماہی میں اس پر 53 بلین ڈالر سود ادا کیا گیا۔)

جب ایک ملک دوسرے ملک سے قرضہ کے طور پر سرمایہ وصول کرتا ہے تو اس کی سرمایاتی وصولیاں (Capital Receipts) بڑھ جاتی ہیں لیکن جب یہ قرضہ واپس ادا کرتا ہے تو اس سرمایاتی ادا نیکیاں بڑھ جاتی ہیں۔ بیرونی قرضہ غیر ملکی حکومتوں سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے اور غیر ملکی سرمایہ کاروں (Foreign Private Investors) سے بھی۔ ”غیر بیرونی قرضہ“ (Private Foreign Debt) شکل یہ ہو سکتی ہے کہ باہر کے لوگ اپنے سرمایہ سے ہمارے ملک میں صنعتیں قائم کریں یا کسی اور شعبہ / کاروبار میں سرمایہ لگائیں۔ یہ سرمایہ قرضہ قلیل الیحاد (Short-term) بھی ہو سکتا ہے۔ اور طویل الیحاد (Long-term) بھی۔

5- مالی امداد:

ادا نیکیوں کے توازن میں ایک اور غیر مرئی شے جو شامل ہوتی ہے وہ ہے ”امداد“ یعنی Grant یا Aid۔ جب کسی ملک کوئی آفت آجائے جیسے قحط سیلاب یا زلزلے تو مختلف ممالک اسے امداد بھیجتے ہیں پاکستان میں جب ستمبر 1992ء میں زبردست سیلاب آئے پھر اکتوبر 2005ء میں آزاد کشمیر اور بالاکوٹ (صوبہ سرحد) میں ہولناک زلزلے آئے اور اگست / ستمبر 2010ء اور 2011ء میں تباہ کن سیلاب آئے بینکار ملکوں نے پاکستان کو مالی اور اشیائی امداد دی تھی۔

6- سیاسی امور پر اخراجات:

ہر ملک دوسرے ملکوں میں اپنے سفیر سیاسی نمائندے اور سرکاری حکام بھیجتا ہے جو وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ ادا نیکیوں کے توازن میں یہ رقم اخراجات کے خانے میں شمار ہوتی ہیں۔ 96-1993ء کے دوران سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور 99-1996ء کے دوران سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں بے شمار ملکوں کے سیاسی دورے کئے پھر 2000ء تا 2007ء کے دوران صدر پرویز مشرف اور 2008ء سے 2012ء تک صدر زرداری کے دور حکومت میں خود صدر نے وزیر اعظم اور پارلیمانی ارکان نے بہت دورے کئے جن پر بے چارہ خرچ ہوا۔ موجودہ حکومت نے اس مد پر آنے والے اخراجات پر قابو پایا ہے۔

7- حج و زیارت پر زائرین کے اخراجات:

مختلف مسلم ممالک سے ہر سال بیشمار مسلمان حج، عمرہ اور زیارت کے لئے حجاز مقدس کا سفر کرتے ہیں اور حرمین شریفین جاتے ہیں جدہ کے معظّمہ اور مدینہ منورہ میں ٹھہرتے ہیں اور وہاں اپنے قیام و طعام اور دیگر ضروریات پوری کرنے کے لئے روپیہ خرچ کرتے ہیں پاکستان سے ہر سال تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد حج اور تقریباً اتنے ہی عمرہ کے لئے حجاز مقدس جاتے ہیں۔ یوں سعودی عرب کی وصولیوں اور دیگر اسلامی ملکوں کی ادا نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

ادا نیکیوں کے توازن کی اقسام (Kinds of Balance of Payments):

ادا نیکیوں کے توازن کی دو اقسام ہیں:

(i) ادائیگیوں کے توازن کا رواں حساب (Current Account):

اس میں یہ مدات شامل ہوتی ہیں: اشیائی برآمدات، درآمدات، مختلف قسم کی خدمات، سفر اور نقل و حمل پر اٹھنے والے اخراجات، بیرونی کمپنیوں کی فیس، بیرونی سرمایہ کاری (Foreign Investment) سے حاصل ہونے والی آمدنی کا حساب وغیرہ۔

پروفیسر بیگ (D. Begg) نے اس کی تعریف (Definition) یوں کی ہے: "ادائیگیوں کے توازن کے رواں حساب میں ان چیزوں کی آمد و رفت کا حساب رکھا جاتا ہے: اشیاء، خدمات اور اشتقاقی ادائیگیاں۔" "The current account of the balance of payments records international flows of goods, services and transfer payments."

(ii) ادائیگیوں کے توازن کا سرمایاتی حساب (Capital Account):

اس میں سرمایاتی لین دین (یعنی ادائیگی اور وصولی) کا حساب کیا جاتا ہے، مثلاً بیرونی ممالک سے سرمایہ قرض لینا یا دینا، سرمائے کی وصولی اور واپس ادائیگی وغیرہ (سرمایہ کاری یعنی) کٹانٹوں (Securities) کی خرید و فروخت وغیرہ۔

پروفیسر بیگ (Begg) نے اس کی تعریف یوں کی ہے: "The capital account of the balance of payments records international purchases and sales of financial assets."

چنانچہ "ادائیگیوں کے توازن سے مراد ہے: رواں حساب اور سرمایاتی حساب کی مدات کا مجموعہ۔" ادائیگیوں کے توازن کے رواں حساب اور سرمایاتی حساب کو ملا کر ادائیگیوں کا مجموعی توازن کہلاتا ہے اور دراصل یہ مجموعہ توازن ہی کسی ملک کی ادائیگیوں کے توازن کی حقیقی کیفیت ظاہر کرتا ہے (ان کی وضاحت آگے بیان کی گئی ہے)۔

1- رواں حساب (Current Account):

اس سے مراد عام اشیاء و خدمات کی درآمد یا برآمد کا حساب ہے۔ اسے رواں حساب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اشیاء و خدمات عموماً ہر سال درآمد یا برآمد کی جاتی ہیں۔ کسی سال ان کی برآمد سے حاصل ہونے والی رقم (واجب الوصول) ان کی درآمد پر خرچ ہونے والی رقم (واجب الادا) سے زیادہ ہو سکتی ہیں اور کسی سال کم۔ اس فرق کو پورا کرنے کے لئے سرمایہ کا حساب قائم کیا جاتا ہے۔

2- سرمائے کا حساب (Capital Account):

اگر کسی ملک کے رواں حساب پر ادائیگیوں کا توازن خراب (Adverse) ہو جائے یعنی اس کی واجب الوصول رقم اس کی واجب الادا رقم سے کم ہو جائے تو باقی ادائیگی کرنے کے لئے اسے سونا (Gold) بھیجنا پڑتا ہے یا اگر اس کی واجب الوصول رقم اس کی واجب الادا رقم سے بڑھ جائے تو باقی ادائیگی اسے سونے کی شکل میں ملتی ہے۔ لیکن اگر سونے (Gold) کی درآمد یا برآمد سے رواں حساب کا فرق پورا نہ ہو سکے تو سرمائے کی نقل و حرکت سے پورا کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ جس ملک کے ذمہ دوسروں کی رقم واجب الادا ہو وہ ان سے قرضہ لے لیتا ہے اور جس ملک نے دوسروں سے رقم وصول کرنا ہو وہ دوسروں کو قرضہ دے دیتا ہے۔ گویا غیر ملکی سرمایہ کاری (Foreign Investment) کے ذریعے رواں حساب کے فرق کو دور کیا جاتا ہے۔ سرمائے کی نقل و حرکت کا یہ مطلب ہے کہ ایک ملک کے لوگ کسی دوسرے ملک کے لوگوں کو قرضہ دیں یا وہاں سرمایہ کاری کریں یا کاروبار یا صنعت میں روپیہ لگائیں کوئی کارخانہ قائم کریں، غیر منقولہ جائیداد خریدیں، غیر ملکی باغ (Bonds) یا ہنڈیاں خریدیں یا بیرونی بینک میں امانت (Deposit) جمع کرائیں۔ عوام کے علاوہ حکومتیں بھی سرمایہ کاری سطح پر ایک دوسری کو قرضہ دیتی ہیں یا سرمایہ کاری کرتی ہیں۔ قرضہ سرمایہ میں وہ تمام بین الاقوامی لین دین (Transaction) شامل ہوتا ہے جو لئے ہوئے قرضہ یا دیئے ہوئے قرضہ کو ظاہر کرتا ہے۔

رواں حساب کا خسارہ پورا کرنے کے لئے جو قرضہ لیا جاتا ہے وہ چار طرح کا ہو سکتا ہے، قلیل الیحادی قرضہ، قلیل الیحادی سرمایہ کاری قرضہ، طویل الیحادی سرمایہ کاری قرضہ۔

پروفیسر کنڈل برگر کہتے ہیں کہ:

"رواں حساب میں وہ تمام لین دین شامل ہے جو قومی آمدنی میں اضافہ کرے یا قومی آمدنی کو خرچ کرے اور حساب سرمایہ میں وہ تمام تبدیلیاں شامل ہیں جو کسی ملک کے دوسرے ملکوں پر عادی (Claims) کی شکل میں رونما ہوتی ہیں یا دوسرے ملکوں کے اس ملک پر عادی کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔"

گلوبلائزیشن (عالمگیریت یا عالمی قرب و ملاپ)

GLOBALIZATION

مفہوم:

عہد حاضر میں جدید اور ترقی یافتہ ذرائع مواصلات، اطلاعات، خبر رسانی، آمد و رفت، نقل و حمل اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی (انٹرنیٹ ویب سائٹ وغیرہ) کے باعث پوری دنیا کے ممالک تہذیبی، اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ممالک کے لوگوں سے نہایت آسانی سے رابطہ کر لیتے ہیں۔ جغرافیائی فاصلے سڑک گئے ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے پورا کرہ ارض (Globe) ایک شہر بن گیا ہو۔ اس صورت حال کو گلوبلائزیشن (یا عالمی قرب و ملاپ) کہا جاتا ہے۔

تعریف (Definition):

گلوبلائزیشن کی تعریف یوں کی جاتی ہے: "اس سے مراد ہے: تکنیکی، معاشی، سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی اقدار (Values) عالمی سطح پر باہم تبادلہ، جو جدید نوعیت کے خبر رسانی اور اطلاعاتی ذرائع کے باعث وسیع پیمانے پر ہو رہا ہو۔" سادہ الفاظ میں اس کا مطلب ہے: دنیا بھر کے مختلف ممالک کو لوگوں کا تہذیبی، اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے آپس میں فوری آسان اور وسیع درجے کا میل ملاپ۔

گلوبلائزیشن کے فوائد:

گلوبلائزیشن کے حق میں بنیادی طور پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ مختلف ملکوں کے مابین آزادانہ تجارت سے ان کے مجموعی معاشی وسائل کا استعمال اور ان کی تخصیص بہترین انداز سے (Efficient Allocation of Resources) ممکن ہو جاتی ہے جس سے نئی فائدے حاصل ہوتے ہیں:

اول: مجموعی پیداوار (Production) بڑھ جاتی ہے۔

دوم: روزگاری مواقع (Employment Opportunities) وسیع ہو جاتے ہیں۔

سوم: اشیاء کی پیداواری لاگت (Cost of Production) اور ان کی قیمت میں کمی آ جاتی ہے۔

گلوبلائزیشن اور پاکستان:

گلوبلائزیشن کا حصہ بننے کے لئے پاکستان بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ تین طریقوں سے شامل ہوتا ہے: اول اشیاء و خدمات (Goods & Services) کی برآمد اور درآمد کے ذریعہ۔ دوم بیرونی براہ راست سرمایہ کاری (Foreign Direct Investment: FDI) کے ذریعہ اور سوم، کثیر القومی کمپنیوں (MNCs) کو لائسنس اور فرمچائز جاری کر کے۔ (کثیر القومی کمپنیوں کا ذکر آگے آئے گا۔) (پاکستان کی برآمدات اور درآمدات کا ذکر پاکستان کی بین الاقوامی تجارت کے باب میں آئے گا۔) جہاں تک بیرونی براہ راست

سرمایہ کاری (FDI) کا تعلق ہے اس سے درج ذیل چار فائدے حاصل ہوتے ہیں:

- ملک کے بیکار پڑے (Idle) ذرائع اور وسائل زیر استعمال آ جاتے ہیں
- بڑے پیمانے پر کاروبار کی کفایتیں (Large-Scale Economics) حاصل ہو سکتی ہیں
- سرمایہ کاروں (Investors) کو اپنا سرمایہ کاروبار میں لگانے کے مواقع مل جاتے ہیں۔ اور
- ڈبلیو ٹی او (World Trade Organisation : W.T.O) یعنی عالمی تجارت تنظیم اور اس طرح کے دیگر معاہدوں کی رو سے

بین الاقوامی پابندیوں میں جس سے بعض کم تر ترقی یافتہ ملکوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔
عالمی بینک (World Bank) کی ایک رپورٹ کے مطابق 1991ء تا 2000ء کے عشرہ (دس سالہ عرصہ) کے دوران دنیا میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری (FDI) سالانہ چوبیس فیصد شرح سے بڑھتی گئی ہے لیکن 2009ء میں عالمی مالی اور معاشی بحران کے باعث اس میں چالیس فیصد کمی ہو گئی۔ پاکستان میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری 1998-99ء میں 403 ملین ڈالر تھی جو بڑھ کر 2008-9ء میں 3220 ملین ڈالر ہو گئی۔ تاہم اس میں وہ رقم بھی شامل ہیں جو پاکستان میں ”سرکاری ادارے“ کی شے کے پاس فروخت (Privatization) کرنے سے حاصل ہوئیں۔ پاکستان میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری (FDI) ان شعبوں میں ہوئی: مواصلات، توانائی، مالیات اور تیل و گیس۔

کثیر القومی کمپنیاں (Multinational Companies: MNCs)

پاکستان بین الاقوامی تجارتی منڈی میں اس طرح بھی شامل ہو سکتا ہے کہ کثیر القومی کمپنیاں یہاں اپنے ادارے اور شاخیں قائم کریں۔ اس کے لئے حالات بہت مناسب ہیں کیونکہ: (الف) حکومتی اجارہ داریاں کم ہو رہی ہیں (بھکاری (Privatization) کا مکمل جاری ہے۔) (ب) کاروباری مقابلہ بڑھ رہا ہے اور (ج) ملکی اور بین الاقوامی تجارتی منڈیاں وسیع ہو رہی ہیں۔ یہاں ہم ان کمپنیوں کی تشکیل اور ان کے فائدے اور نقصانات بیان کرتے ہیں۔

مفہوم: (Concept)

سادہ الفاظ میں کثیر القومی کمپنی (MNC) سے مراد ایسا معاشی و کاروباری ادارہ ہے جس کی مختلف ممالک میں شاخیں (Branches) ہوں۔ اس کی تعریف (Definition) یوں کی جاتی ہے: ”ایسی کارپوریشن جو قائم کسی ایک ملک میں ہو لیکن اس کے کاروبار کا کثیر حصہ دوسرے ملکوں میں ہو رہا ہو۔“ کمپنی اپنے جس ملک میں بنیادی طور پر قائم ہو اسے ”مادر ملک“ (Home Country) کہا جاتا ہے۔ اور باہر جس ملک میں اس شاخیں ہوں اسے ”میزبان ملک“ (Host Country) کہا جاتا ہے۔ یہ کمپنیاں عموماً ایک ہی قسم کے اشیاء یا ان سے ملتی جلتی چیزیں بناتی اور فروخت کرتی ہیں، لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی ملک میں کوئی ایک شے بنائیں مگر دوسرے ملکوں میں وہی شے، بعض دیگر اشیاء بنانے کے لئے بطور مدخل (Input) استعمال کریں۔ غرض کثیر القومی کمپنی (MNC) سے مراد ایک ایسی کمپنی ہے۔ جو (i) مختلف ممالک میں قائم اپنے ساتھ ملحقہ (Affiliated) اداروں کی معرفت اشیاء پیدا کرتی ہو، اور (ii) مختلف ملکوں میں اس کے ساتھ ملحقہ اداروں کی پالیسیوں کو براہ راست کنٹرول کرتی ہو۔

اس وقت بین الاقوامی سطح پر، درج ذیل کثیر القومی کمپنیاں کام کر رہی ہیں: (1) کوکا کولا (مشروب بنانے والی) (2) میکڈونلڈ (فاسٹ فوڈ) (3) نیوٹا موٹر (4) ای ایم ڈبلیو (BMW) (5) سونی (Sony) (6) نوکیا (Nokia) (موبائل فون سیٹ) اور (7) برقیاتی چیریں بنانے والی سامسونگ (Samsung)

میزبان ملک کو ہونے والے فوائد: (Advantages in Host Country)

کثیر القومی کمپنی جس میزبان ملک میں کاروبار کرتی ہے اسے درج ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں:

- کثیر القومی کمپنی جب کسی دوسرے ملک میں کاروبار شروع کرتی ہے تو میزبان ملک کو زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے اور جب یہاں سے مال برآمد کیا جاتا ہے تو اس کے زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوتا ہے۔
- کثیر القومی کمپنی کو سرمایہ کاری کے لئے اپنے ملک کی کرنسی کو میزبان ملک کی کرنسی میں تبدیل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جس سے اس ملک کی کرنسی کی مانگ بڑھ جانے سے کرنسی کی قدر (Value) بھی بڑھ جاتی ہے۔
- میزبان ملک کی بیرونی تجارت فروغ پاتی ہے۔
- بیرونی کمپنیاں جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس ہوتی ہیں اور اپنی پیداواری استعداد بڑھانے کے لئے نئے سے نئے طریقے دریافت کرتی ہیں جس کے باعث میزبان ممالک بھی نئی ٹیکنالوجی اور پیداوار کے جدید طریقوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔
- ان کمپنیوں (MNCs) کو تقسیم ہونے اور مارکیٹنگ کا وسیع تجربہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا واسطہ پوری دنیا کے ممالک سے پڑتا ہے۔ نیز ان کا عملہ (Staff) بہت ہنرمند اور تجربہ کار ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کی بیرونی ملک سرمایہ کاری سے میزبان ممالک کے لوگ بھی جدید ترین ہنروں، طریقوں اور تجربوں سے واقف ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ کمپنیاں مقامی لوگوں کو ملازمت دینے کے لئے تربیت دیتی ہیں۔
- میزبان ملکوں میں روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں۔ نیز ان کی پیداوار بڑھنے سے جی ڈی پی (GDP) زیادہ ہو جاتی ہے۔
- میزبان ملک ان کمپنیوں (MNCs) کی آمدنیوں اور منافع پر ٹیکس وصول کرتا ہے۔ اس لئے اس کی سرکاری آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

میزبان ملک کو ہونے والے نقصانات: (Disadvantages to Host Country)

- میزبان ملک کو کثیر القومی کمپنی قائم ہونے سے درج ذیل نقصانات ہوتے ہیں۔
- ایسی کمپنیاں (MNC) اپنا کمپا ہوا منافع واپس اپنے ملک لے جاتی ہیں اور یوں ترقی یافتہ ممالک امیر سے امیر تر ہوتے جاتے ہیں۔ جبکہ میزبان ملکوں کی معاشی حالت نہیں سنورتی، جس کے باعث عالمی سطح پر معاشی عدم مساوات بڑھ جاتی ہے۔
- اس بات کا بھی خدشہ ہوتا ہے کہ اگر کثیر القومی کمپنیاں کسی میزبان ملک سے اپنا کاروبار اور سرمایہ کاری بند کر دیں تو میزبان ملک میں بیرونی سرمایہ پیدا ہو جائے گی اور اس کی ترقی رک جائے گی۔
- یہ کمپنیاں اپنی اصل انتظامیہ اور ہنرمند اسٹاف تو اپنے ملک سے لاتی ہیں اور میزبان ملک سے فقط نچلے درجہ کا عملہ بھرتی کرتی ہیں، نیز انہیں تنخواہ کم دیتی ہیں اور کام زیادہ دیتی ہیں۔ اس طرح میزبان ملک استحصال (Exploitation) کا شکار ہوتا ہے۔
- باہر کی بڑی بڑی کمپنیوں کے قائم ہو جانے سے میزبان ملک کی اپنی مقامی فرمیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور یوں وہ میدان چھوڑ جاتی ہیں، کیونکہ اول تو ان کے سرمایاتی وسائل کم ہوتے ہیں۔ اور دوم ان کا تصنیعی (Manufacturing) ساز و سامان بھی ہلکے درجے کا ہوتا ہے۔ یوں میزبان ملک خود صنعتی اور تجارتی لحاظ سے ترقی کر پاتا ہے۔
- بعض کثیر القومی کمپنیاں اشتہار بازی اور فروغ کاروبار کے ذریعہ، میزبان ملک کے اوپر اپنے مغربی کلچر کو غالب کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور یوں میزبان ملک کا اپنا تہذیب و تمدن پس پردہ چلا جاتا ہے۔
- بعض کمپنیاں میزبان ملک کے قدرتی ذرائع (مثلاً تیل، گیس، معدنیات وغیرہ) کو وسیع پیمانے پر استعمال کر کے، بالآخر انہیں ختم کر دیتی ہیں۔ کیونکہ انہیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ میزبان ملک کے مستقبل کے لئے کچھ پیچھے چھوڑ جائیں، بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک ملک کے ایسے وسائل ختم ہو جائیں تو وہ کمپنی کسی دوسرے ملک میں ڈیرے ڈال لیتی ہے۔

عالمی تجارتی تنظیم

(World Trade Organization: WTO)

عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلیو ٹی او) 1995ء میں قائم ہوئی۔ یہ ایک بین الاقوامی کثیر پہلو (Multilateral) تنظیم ہے۔ اس کا صدر دفتر (Headquarters) سوئٹزر لینڈ کے شہر جنیوا میں ہے۔ یہ تنظیم عالمی سطح پر ہونے والی تجارت کے سلسلے میں، قواعد و ضوابط بناتی ہے، نیز رکن ممالک کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات و تنازعات (Disputes) کو رفع کرتی ہیں۔ اس تنظیم کے ارکان نے بنیادی طور پر طے شدہ تیس معاہدوں (Agreements) کو تسلیم کر کے ان پر دستخط کئے ہوئے ہیں۔ اس کے موجودہ ڈائریکٹر نے (سابق ڈائریکٹر سے) یکم ستمبر 2005ء کو چارج لیا تھا۔

اس وقت ڈبلیو ٹی او (W.T.O) کے دنیا کے 149 ممالک رکن ہیں۔ (جن میں پاکستان اور سعودی عرب بھی شامل ہیں) تمام ارکان اس بات کے پابند ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو نہایت پسندیدہ ملک (Most Favoured Nation) کا درجہ دیں جس کا مطلب یہ ہے کہ (چند مستثنیات کو چھوڑ کر) تنظیم کا کوئی رکن جو تجارتی مراعات کسی ایک ملک کو دے گا وہ اسے ڈبلیو ٹی او کے باقی تمام ارکان کو دینی چاہئیں۔

تنظیم کا مقصد (Mission)

اس تنظیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بین الاقوامی تجارت کو فروغ دیا جائے اور اس کی خاطر ایک طرف تو تجارتی پابندیاں اور رکاوٹیں (Trade Barriers) کم سے کم کی جائیں اور دوسری طرف ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جہاں سے تجارتی مذاکرے اور معاہدے ہو سکیں اور رکن ممالک کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو حل کیا جائے۔ غرض ڈبلیو ٹی او کا اصل مقصد یہ ہے کہ عالمی سطح پر اشیاء و خدمات (Goods and Services) پیدا کرنے والے اداروں، برآمد کنندگان (Exporters) اور درآمد کنندگان (Importers) کو اپنا کاروبار کرنے اور اسے پھیلانے کے لئے ضروری امداد بہم پہنچائی جائے۔

تجارتی نظام کے بنیادی اصول و قواعد (Principles of the Trading System)

عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلیو ٹی او) کے مذاکرات و مباحثات کے دوران تجارت کے درج ذیل بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے:

- ☆ تجارتی نظام میں کسی قسم کا امتیاز (Discrimination) قائم نہیں ہونا چاہئے: یعنی کوئی ملک دوسرے ممالک کے مقابلہ میں کسی ایک شریک تجارت ملک (Trading Partner) کو مخصوص رعایت نہیں دے سکتا اور نہ ہی یہ بیرونی ممالک سے آنے والی اشیاء و خدمات میں کوئی امتیاز روا رکھ سکتا ہے۔

- ☆ تجارتی نظام کا رجحان زیادہ سے زیادہ آزادانہ تجارت کی طرف ہونا چاہیے یعنی (محصولاتی اور غیر محصولاتی پابندیاں اور) رکاوٹیں کم سے کم ہونی چاہئیں۔

- ☆ تجارتی نظام ایسا ہونا چاہیے جس میں غیر ملکی کمپنیوں اور حکومتوں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ تجارتی پابندیاں یک طرفہ مرضی (Arbitrarily) سے نہیں عائد کی جائیں گی نیز منڈیاں کاروبار کے لئے کھلی رہیں گی۔

- ☆ تجارتی نظام ایسا ہونا چاہیے جس کے باعث ممالک کا باہمی مقابلہ (Competition) زیادہ سے زیادہ ہو۔

- ☆ تجارتی نظام کم تر ترقی یافتہ (Less Developed) ملکوں کے لئے زیادہ رعایت دینے والا ہو یعنی انہیں نئے حالات کے ساتھ موافقت حاصل کرنے کے لئے زیادہ مہلت دی جائے نسبتاً زیادہ لچک (Flexibility) دکھائی جائے اور زیادہ مراعات دی جائیں۔

معاہدے (Agreements)

ڈبلیو ٹی او کے اجلاس میں طے پایا کہ 2015ء تک دنیا بھر میں اعانہ (Subsidy) دینے کی پالیسی بالکل ختم کر دی جائے۔ اعانہ لگایا گیا کہ اس اقدام سے عالمی سطح پر چھوٹے کاروبار کی مصنوعات کی قیمتوں میں کمی واقع ہو جائے گی نیز امریکہ کی 670 ارب ڈالر کی برآمدات کی قیمتوں میں کمی سے دوسرے ممالک کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ یہ بھی اعانہ لگایا گیا کہ سبسڈی ختم کرنے اور منڈیوں کو عالمی تجارت کے لئے آزاد کھول دینے سے درج ذیل تین قسم کے فائدے پہنچیں گے:

(اول) 'عالمی آمدنی میں 832 ارب ڈالر کا اضافہ ہوگا جس میں سے 5.39 ارب ڈالر ترقی پذیر (Developing) ممالک میں جائیں گے اور وہاں ہر خاندان کو مجموعی طور پر 544 ڈالر سالانہ فائدہ پہنچے گا۔

(دوم) 'تیس کروڑ لوگ غربت کی لکیر (Poverty Line) سے باہر آ جائیں گے۔

(سوم) 'زرعی شعبہ میں امدادی سکیمیں ختم کرنے سے 128 ارب ڈالر کا فائدہ ہوگا جن میں سے تیس ارب ڈالر کا فائدہ ترقی پذیر ممالک کو پہنچے گا۔

ڈبلیو ٹی او کا سب سے زیادہ زور اس بات پر ہے کہ منڈیوں کو عالمی تجارت کے لئے کھولا جائے سبسڈی کو ختم کیا جائے اور تمام ممالک کی معیشتوں کو ایک مجموعی عالمی معیشت (Global Economy) کے طور پر چلایا جائے۔



ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

- 1- بین الاقوامی تجارت کی اصل بنیاد کیا ہے؟
جواب: بین الاقوامی تجارت کی اصل بنیاد مصارف کا فرق ہے۔
- 2- قانون تجارتی مصارف کی تعریف کریں؟
جواب: اس قانون کی رو سے بین الاقوامی تجارت اس لیے ہوتی ہے کہ ایک چیز کی قیمت مختلف ملکوں میں مختلف ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ملک صرف ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن پر اس کی لاگت دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں کم آتی ہے۔
- 3- توازن ادائیگی سے کیا مراد ہے؟
جواب: ادائیگیوں کے توازن سے مراد ایسا ریکارڈ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک نے مجموعی طور پر کتنی اشیاء و خدمات درآمد کی ہیں اور کتنی اشیاء و خدمات برآمد کی ہیں، گویا ادائیگیوں کے توازن میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی مددوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔
- 4- توازن ادائیگیاں میں خرابی کا مفہوم بیان کریں؟
جواب: جب درآمدات (Imports) کی مالیت برآمدات (Exports) کی مالیت سے زیادہ ہو تو ایسے توازن ادائیگی کو خسارے کا توازن ادائیگی کہا جاتا ہے۔
- 5- توازن تجارت اور توازن ادائیگی میں فرق بیان کریں؟
جواب: کسی قوم کی ادائیگیوں کے توازن کا وہ حصہ جس کا تعلق صرف اشیائے تجارت یا مرئی (یعنی نظر آنے والی اشیاء) کی درآمدات و برآمدات سے ہو "ادائیگیوں کے توازن سے مراد ایسا ریکارڈ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک نے مجموعی طور پر کتنی اشیاء و خدمات درآمد کی ہیں اور کتنی اشیاء و خدمات برآمد کی ہیں۔ گویا ادائیگیوں کے توازن میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی مددوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔"
- 6- لچکدار یا تعمیر پذیر شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟
جواب: شرح مبادلہ میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً درآمدات و برآمدات میں تبدیلی، کرنسی کی طلب اور رسد میں تبدیلی وغیرہ۔ ایسی شرح مبادلہ کو تعمیر پذیر شرح مبادلہ کہا جاتا ہے۔
- 7- سرمایہ جاذب اشیاء سے کیا مراد ہے؟
جواب: ایسی اشیاء جن کی پیداوار کے لیے محنت کی نسبت سرمایہ زیادہ درکار ہو انہیں سرمایہ جاذب اشیاء کہتے ہیں۔
- 8- ادائیگیوں کے توازن کی اقسام بیان کریں؟
جواب: ادائیگیوں کے توازن کی اقسام درج ذیل ہیں:
(i) ادائیگیوں کے توازن کا رواں حساب
(ii) ادائیگیوں کے توازن کا سرمائی حساب
- 9- گلوبلائزیشن (عالمگیریت) کی تعریف لکھیں؟
جواب: اس سے مراد ہے "تکنیکی، معاشی سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی اقدار کا عالمی سطح پر باہم تبادلہ جو جدید نوعیت کے خبر سرائی اور اطلاعیاتی

ذرائع کے باعث وسیع پیمانے پر ہو رہا ہو" سادہ الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے دنیا بھر کے مختلف ممالک کے لوگوں کا تہہ بنی اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے آپس میں فوری آسان اور وسیع درجے کا میل ملاپ۔

- 10- کثیر القومی کمپنی سے کیا مراد ہے؟
جواب: ایسی کارپوریشن جو قائم کی ایک ملک میں ہو لیکن اس کے کاروبار کا کثیر حصہ دوسرے ملکوں میں ہو رہا ہو۔
- 11- بین الاقوامی تجارت کے چار فوائد لکھیں؟
جواب: (i) غیر ملکی اشیاء کا حصول (ii) وقت آمیز پیداواروں کا حصول
(iii) تخصیص اور تقسیم کار کے فائدے (iv) قلت کے زمانہ میں اشیاء کی دستیابی
- 12- غیر مرئی مدات کوئی ہیں؟
جواب: ایسی اشیاء جو نظر نہ آئیں، نہ ہی وزن رکھیں اور نہ جگہ گھیریں لیکن ان کے تبادلے کے لیے زرمبادلہ استعمال ہو مثلاً تعلیم، علاج و معالجہ، سیاحت وغیرہ۔
- 13- گلوبلائزیشن کے چار فوائد تحریر کیجئے؟
جواب: (i) مجموعی پیداوار بڑھ جاتی ہے (ii) روزگاری مواقع وسیع ہو جاتے ہیں
(iii) اشیاء کی پیداواری لاگت اور ان کی قیمت میں کمی آ جاتی ہے (iv) تہذیب و ثقافت سے آشنائی ہوتی ہے۔
- 14- ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق واضح کریں؟
جواب: ملکی یا اندرونی تجارت سے مراد ہے ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں کی باہمی علاقائی تجارت جیسے پاکستان کے مختلف صوبوں اور شہروں میں پیدا ہونے والی اشیاء کی تجارت یا ملک کے اندر خرید و فروخت جب کہ بین الاقوامی تجارت کا مطلب ہے مختلف ملکوں کی آپس میں تجارت جیسے پاکستان چاول، کپاس دوسرے ملکوں کو برآمد کرتا ہے اور پٹرول اور مشینیں باہر کے ملکوں سے درآمد کرتا ہے۔
- 15- عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کے تین فوائد لکھیں؟
جواب: (i) عالمی آمدنی میں 832 ارب ڈالر کا اضافہ ہوگا جس میں سے 5.39 ارب ڈالر ترقی پذیر ممالک میں جائیں گے اور وہاں ہر خاندان کو مجموعی طور پر 544 ڈالر سالانہ فائدہ پہنچے گا۔
(ii) تیس کروڑ لوگ غربت کی لکیر سے باہر آ جائیں گے۔
(iii) زرعی شعبہ میں امدادی سیکسین ختم کرنے سے 128 ارب ڈالر کا فائدہ ہوگا جن میں سے تیس ارب ڈالر کا فائدہ ترقی پذیر ممالک کو پہنچے گا۔
- 16- شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟
جواب: کوئی ملک اپنی کرنسی کو کسی اور ملک کی کرنسی کے ساتھ جس شرح سے بدلتا ہے اُسے شرح مبادلہ کہا جاتا ہے۔
- 17- مستقل یا مین شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟
جواب: جب دو ممالک کرنسیوں کا سونے کی ایک خاص مقدار کیساتھ موازنہ کر کے شرح مبادلہ کا تعین کریں تو ایسی شرح مبادلہ کو مستقل شرح مبادلہ کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے دونوں ممالک کا طلائی معیار زر کے تحت ہونا ضروری ہے۔ آج کل یہ شرح IMF طے کرتا ہے۔

18- جاذب محنت طریقہ کار سے کیا مراد ہے؟
جواب: اگر اشیاء کی پیداوار میں سرمایہ کی نسبت محنت کا زیادہ استعمال کی جائے تو ایسے طریقہ کار کا جاذب محنت طریقہ کار کہتے ہیں۔

19- مرئی اشیاء سے کیا مراد ہے؟
جواب: ایسی اشیاء جو نظر آئیں، وزن رکھیں اور جگہ گھس۔ مرئی اشیاء کہلاتی ہیں۔ مثلاً مشینری، گندم اور فرنیچر وغیرہ۔

20- رواں حساب سے کیا مراد ہے؟
جواب: اس سے مراد عام اشیاء و خدمات کی درآمد و برآمد کا حساب ہے اسے رواں حساب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اشیاء و خدمات عموماً ہر سال درآمد یا برآمد کی جاتی ہیں۔

21- سرمائے کا حساب سے کیا مراد ہے؟
جواب: سرمایہ میں وہ تمام بین الاقوامی لین دین (Transactions) شامل ہوتا ہے جو لئے ہوئے قرضہ یا دیئے ہوئے قرضہ کو ظاہر کرتا ہے۔

22- بین الاقوامی تجارت کے چار نقصانات لکھیں؟
جواب: (i) پیداوار و روزگار کی محدودیت (ii) کم ترقی یافتہ ممالک کی صنعتی ترقی میں رکاوٹ

(iii) بیرونی منڈیوں پر غلبہ کی خواہش (iv) غیر متوازن ترقی

23- ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کی چار اہم وجوہات بتائیں؟

جواب: (i) درآمدات میں اضافہ اور برآمدات میں کمی (ii) غیر موافق نسبت درآمد و برآمد

(iii) غیر ملکی قرضوں کی بھاری مقدار (iv) غیر ملکی منڈیوں میں "منسلے" کا رجحان

24- ادائیگیوں کے توازن کی اصلاح کے لیے پانچ اقدامات تجویز کریں؟

جواب: (i) توازن تجارت میں اصلاح (ii) خورج کی مقدار میں کمی

(iii) کرنسی کی بیرونی قدر میں کمی (iv) کرنسی کی کنٹرول

(v) بین الاقوامی زری فنڈ سے امداد

25- تائمن سے کیا مراد ہے؟

جواب: تائمن کا لفظی مطلب تحفظ ہے۔ معاشی اصطلاح میں تائمن کی پالیسی سے مراد ایسی پالیسی ہے جس کے تحت حکومت غیر ملکی مصنوعات کی درآمدات پر بھاری ٹیکس عائد کر کے یا ان کا کوئی مقرر کردہ ٹیکس منسوخ کو غیر ملکی مقابلہ سے تحفظ فراہم کرتی ہے

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر 2: درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:

(1) ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق کی وضاحت کریں۔ (سرگودھا بورڈ 2009ء، بہاولپور بورڈ 2009ء، میرپور آزاد کشمیر بورڈ 2010ء، ملتان بورڈ 2011ء)

(2) بین الاقوامی تجارت کے فائدے بیان کریں۔ (سرگودھا بورڈ 2009ء)

(3) پاکستان کے توازن ادائیگی میں خرابی کی وجوہات لکھیں۔ (لاہور بورڈ 2009ء)

(4) بین الاقوامی تجارت کے تقابلی مصارف کی برتری کے نظریہ کی تشریح کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2009ء)

(5) بین الاقوامی تجارت کے فوائد اور نقصانات بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2011ء، سرگودھا بورڈ 2010ء)

(6) نظریہ تقابلی مصارف کی تشریف کریں اور وضاحت بھی کریں۔ (بہاولپور بورڈ 2010ء، سرگودھا بورڈ 2011ء)

(7) نظریہ تقابلی مصارف کا تنقیدی جائزہ پیش کیجئے۔

(8) گلوبلائزیشن سے کیا مراد ہے؟ اس کے فوائد بیان کیجئے۔

(9) کثیر القومی کمپنیوں کے فوائد اور نقصانات پر بحث کریں۔

(10) عالمی تجارت تنظیم (WTO) کے اصول و قواعد اور کارکردگی بیان کیجئے۔

معروضی (Objective)

سوال نمبر 3: ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے درست جواب پر (P) کا نشان لگائیے۔

(1) تقابلی مصارف کا نظریہ اس ماہر معاشیات نے پیش کیا۔

(A) آدم سمٹھ (B) مائشل (C) ریکارڈو (D) کینز

(2) برآمدی محصول ان اشیاء پر لگایا جاتا ہے۔

(A) صنعتی پیداوار (B) زرعی پیداوار (C) برآمدات (D) درآمدات

(3) توازن تجارت میں یہ شامل ہوتے ہیں۔

(A) غیر ملکی قرضہ پر سود (B) مرئی اشیاء (C) سیاسی امور پر اخراجات (D) مالی امداد

(4) توازن ادائیگیوں میں یہ مدد شامل ہوتی ہیں:

(A) مرئی اشیاء (B) غیر مرئی اشیاء (C) مرئی اور غیر مرئی دونوں (D) مرئی اور غیر مرئی دونوں

(5) اگر برآمدات کی مالیت درآمدات سے زیادہ ہو تو توازن تجارت ہوگا:

(A) فاضل (B) خسارے کا (C) غیر موافق

(6) ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کی یہ وجہ ہوتی ہے:

(A) برآمدات میں اضافہ (B) برآمدات میں کمی (C) درآمدات میں کمی

(7) ادائیگیوں کا توازن درست کرنے کے لئے ضروری ہے:

(A) درآمدات میں اضافہ (B) برآمدات میں اضافہ (C) کرنسی کی بیرونی قدر میں اضافہ

(8) شرح مبادلہ بڑھنے سے برآمدات:

(A) بڑھتی ہے (B) گھٹتی ہے (C) یکساں رہتی ہیں (D) سب غلط

(9) گلوبلائزیشن سے کیا مراد ہے؟

(A) سیر دیاحت (B) سیاسی میل جول (C) عالمی سطح پر تجارتی لحاظ سے فوری رابطہ

(10) کثیر القومی کمپنی سے مراد ہے:

(A) اجارہ داری (B) بڑا کاروباری ادارہ (C) معاشی ادارہ جس کی مختلف ممالک میں شاخیں ہوں

(11) بین الاقوامی تجارت کی بنیاد ہے:

(A) قانون نقل و اتقادہ (B) قانون طلب (C) مصارف میں تقابلی برتری (D) قانون نقل و اتقادہ